Tohfa Sharvan
By Asgr Ali 1899 G.K.V.

تحفۂ نصائح

تحفۂ شروان

یعنی

قصیدۂ خاقانی مندرجہ بی اے کورس فارسی پنجاب یونیورسٹی کی

اردو شرح

جس کو مولوی اصغر علی صاحب روحی ایم او ایل پروفیسر عربی و فارسی اسلامیہ کالج لاہور

نے بنابر افادۂ امیدواران امتحان بی۔ اے تالیف کیا

۱۸۹۹ء

مطبوعہ رفاہ عام پریس لاہور

قیمت بلا محصول ڈاک ۳/

التماس

رباعی

آنانکہ سخنہا ز حقیقت گفتند　　در سلکِ عبارت دُرِ معنےٰ سُفتند
با بادِ نفس بہ بزمِ عرفاں روحی　　گرد از دلِ غمدیدۂ یاراں رُفتند

مَیں نے یہ چند اوراق محض امیدواران امتحان بی اے کی سہولت کو مدنظر رکھکر لکھے ہیں میں نہیں جانتا کہ وہ ان سے کہاں تک مستفید ہو سکینگے۔ مگر اس قدر مجھے یقین ہے کہ وہ اس قصیدے کو اس حد تک نہایت خوبی سے ضبط کر سکینگے کہ امتحان میں اس کے متعلق تمام سوالات کے ضروری جوابات سے عہدہ برآ ہو سکیں۔ میں نے حتے الوسع نہ تو اس قدر طول دیا ہے کہ پڑھتے پڑھتے طبیعت اُکتا جائے اور نہ ایسے اختصار کو ملحوظ رکھا ہے کہ اصل مطلب ہی فوت ہو جائے ۔

مجھے اگر معلوم ہؤا کہ طلبا نے اس کی قدر کی ہے تو میں کوشش کرونگا کہ بعض دیگر حصص مشکلہ مندرجۂ کورس کی شرح بھی لکھ دوں۔ گو ابھی ہمارے ملک میں کسی تصنیف کی پوری پوری قدر کرنے کا وقت نہیں آیا۔ مگر پھر بھی میں دیکھتا ہوں کہ عام مٹیا پھوس ترجمے اور شرحیں طلبا کو ضرورتاً خرید کرنا پڑتی ہیں۔ جن سے گو ان کا کام تو چل جاتا ہے مگر استعداد ذاتی ہرگز پیدا نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ کچھ کر سکتے ہیں ان کو اس طرف مطلق توجہ نہیں اور جو کرتے ہیں ان میں ایسے کام کی قابلیت ہی نہیں ہوتی ۔

اس قصیدے کی شرح لکھتے وقت راقم کے پاس کوئی دوسری فرہنگ یا شرح موجود نہ تھی۔ جس سے کچھ استمداد کی جاتی۔ اس لئے مجھے زیادہ تر اپنی ہی ناقص رائے پر بھروسہ کرنا پڑا ہے۔ بناءً علےٰ ہذا اگر کوئی سقم رہ گیا ہو۔ تو مجھے اطلاع دیں۔ افشائے عیوب بعید از اخلاق ہے۔

بپوش گر بخطائے رسی و طعنہ مزن　　کہ ہیچ نفسِ بشر خالی از خطا نبود

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم

خاکسار اصغر علی روحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خاقانی

یہ زبردست فاضل شروان علاقہ ٹرینس کاکیشیا کا رہنے والا تھا۔ اس کا اصلی نام افضل الدین بن ابراہیم بن علی ہے۔ قوم کا نجار مگر فصاحت و بلاغت کا بحر زخار تھا۔ کہتے ہیں کہ پہلے پہل وہ حقائقی تخلص کیا کرتا تھا۔ مگر جب خاقان کبیر منوچہر شروان شاہ کے دربار میں داخل ہوا تو اپنے تئیں اُس کی طرف منسوب کر کے خاقانی اپنا تخلص مقرر کیا۔ اُس نے اپنی قادر الکلامی سے وہ عزت حاصل کی تھی۔ کہ اہل عصر اس کو عرب کے مشہور شاعر حسّان بن ثابت کا ہم پلّہ کہنے لگے۔ چنانچہ حسّانِ عجم[1] اسی وجہ سے اس کا لقب قرار پایا۔ معنے آفرینی یعنی عمدہ اور نئے مضامین کے پیدا کرنے میں استاد یگانہ مانا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کو خاقانی خلّاق المعانی بھی کہتے ہیں +

قصیدہ گوئی کے میدان میں دیگر تمام فصحاء و بلغا کا اسے قافلہ سالار کہنا چاہئے۔ انوری اور ظہیر فاریابی اپنی اپنی روش میں بیشک بے نظیر مانے گئے ہیں مگر ان کے کلام میں خاقانی کے کلام کی نسبت تسہیل ماخذ اکثر پایا جاتا ہے۔ جن لوگوں کی نظر ان ہر سہ اساتذہ کے کلام پر پڑی ہوگی وہ فے الفور ہماری مذکورہ بالا رائے کی تصدیق کرینگے۔ اصطلاحات و محاورات میں اُس کو یدطولےٰ حاصل ہے وہ شعر میں غرابت تشبیہ اور نفاست استعارہ کی روح پھونک دیتا ہے۔ اور باایں ہمہ اس کے بعض قصائد دو دو سو شعر سے بھی متجاوز ہیں۔ اس کو بلا تکلف قوافی ملتے ہیں۔ اور نہایت خوبی سے باندھتا ہے۔ وہ اکثر مواقع میں بعض الفاظ کو ایک عجیب طرح سے محذوف الاعجاز بنا لیتا ہے۔ یا ان میں اختصار و حذف کر کے ان کو ایک نئی شکل میں لے آتا ہے۔ اس کا کلیات ڈیڑھ ہزار صفحہ سے کچھ زیادہ ہے جس میں ایک معتدبہ مقدار غزلیات کی بھی شامل ہے۔ مگر اسکی غزل کو قصیدے کی سی عزت حاصل نہیں ہوئی۔ اس کے عربی قصائد دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عربیک لٹریچر میں بھی اسکو کامل مہارت تھی اس نے ایک مثنوی موسوم بہ تحفۃ العراقین بھی لکھی ہے۔ جس کو ابو الفضل شہنشاہ اکبر کا وزیر جوارش ناگوار کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس کے بعض حصص نہایت فصیح و بلیغ واقع ہوئے ہیں دیکھو اس کا وہ حصہ جو بعنوان خطاب بآفتاب مُعنوَن ہے +

شاہی دربار میں جب وہ قصیدہ پیش کرتا تھا تو ہزار دینار سے کم صلہ نہیں پاتا تھا۔ بلکہ بعض قصائد پر اُس نے

[1] غالباً اسی کے ایک شعر سے جس میں اس نے اپنے تئیں حسان لکھا ہے۔ اور جو آگے آئیگا۔ لوگ اس کو حسان عجم کہنے لگے +

دو ہزار دینار تک صلہ حاصل کیا ہے اس کے ہمعصر اکثر اس پر رشک کھایا کرتے تھے۔ وہ اپنی جودت طبع اور قدرت شاعری پر بارہا فخر کرتا ہے اور حق بجانب ہے۔ ایک موقع پر اپنے تئیں یوں عزت بخشتا ہے ؎

بخوان معنی ارائی براہیمے پدید آمد	زپشت آذر صنعت علی نجار شروانی
سخن گفتن بکہ ختم است مے بینی و مے پرسی	فلک را بیں کہ مے گوید بخاقانی بخاقانی
وگر براحمد[۲] مختار خواند ایں چنیں شعرے	زصدر او ندا آید کہ قد احسنت[۱] حسانی

ابو العلاء گنجوی نے جو خاقانی کا استاد بھی تھا اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دیدی تھی مگر بعد میں کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ دونوں میں شکر رنجی پیدا ہو گئی چنانچہ باہم ہجو کہنے پر اتر آئے ✚

اثیر الدین اخسکتی جو علاقہ فرغانہ ترکستان کا بڑا زبردست شاعر اور خاقانی کا ہم پلہ حریف تھا۔ خاقانی کو اپنے سے کم سمجھتا تھا۔ مدت تک دونوں میں چھنتی رہی چنانچہ ایک قطعہ میں جو خاقانی نے اس کو بھیجا تھا۔ یہ شعر بھی تھا ؎

ز ژاژ خائے ہر ابلہے نترسم ز انک	ہنوز در عدم است آنکہ ہمقران منست

اثیر نے ایک قطعہ میں جواب دیا جس میں یہ شعر تھا ؎

ز من قرینِ وجودم ۔ سفہ بود گفتن	ہنوز در عدم است آنکہ ہمقران منست

رشید الدین وطواط بھی خاقانی کا ہمعصر تھا پہلے تو فیما بین رسم اتحاد قائم تھی مگر بعد ازاں معلوم نہیں ۔ کیوں (شعرا کی طبیعت ہی کچھ ایسی ہوتی ہے) دونوں میں ناچاقی پیدا ہو گئی کہ آپس میں ہجویں کہنے لگے ✚

خاقانی کو اخیر عمر میں قطع تعلقات کا خیال پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ شروان شاہ سے رخصت کی درخواست کی مگر نامنظور ہوئی۔ آخر نکل بھاگا مگر سلطانی پیادوں نے گرفتار کر کے جیل میں دھکیل دیا آپ نہایت متانت سے سات ماہ تک اندر ہی اندر تنگ بندی میں لگے رہے۔ اس اثناء میں جو نظمیں اُس نے لکھی ہیں وہ زیادہ تر اُس کی مصیبتِ زندان کے متعلق ہیں اور نہایت اعلےٰ درجہ کے فصیح و بلیغ ہیں منجملہ ان کے ایک وہ قصیدہ ۔ جس کا مطلع یہ ہے ؎

صبحدم چوں کِلّہ بندد آہِ دود آسائے من	چوں شفق در خوں نشیند چشم شب پیمائے من

آخر رہا ہو کر دنیا و مافیہا سے منہ موڑا اور اس دار فانی کا پیچھا چھوڑا۔ چنانچہ ہجری ۵۸۲ھ میں دنیا سے رخصت ہوا اور بمقام سرخاب تبریز زمیں میں چل بسا ✚

اس کا یہ قصیدہ جس کی آئندہ اوراق میں شرح لکھی گئی ہے نہایت عمدہ اور بلند رتبہ واقع ہوا ہے۔ اس کے

[۱] حسان بن ثابت وہی عرب کا مشہور شاعر ہے جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے ۔ پیغمبر خدا صلعم کے حضور میں اکثر عمدہ عمدہ قصاید پڑھا کرتا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں حضرت کا بڑا مداح یہی شاعر تھا۔ قد احسنت حسانی کے معنے ہیں ۔ ہمارے حسان تم نے خوب کہا ہے ✚ منہ

بعد بہت سے نامور شعراء نے اس کا جواب لکھنے میں زور طبیعت دکھایا ہے مگر حق یہ ہے کہ ویسا نہیں لکھ سکے۔ اس قصیدہ کا مضمون تہذیب نفس و تزکیہ باطن ہے جس کو اُس نے اہل تصوف کے طریق پر نہایت خوبی سے بحر ہزج سالم مثمن میں لکھا ہے اور جس کی تقطیع حسب قواعد علم عروض حسب ذیل ہو سکتی ہے +

دلے من پی	رتعلیمس	تمن طفلے	زبادانش
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن
دمے تسلی	م سر عشرو	سرے زانو	دبستانش
مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن	مفاعیلن

دلِ من پیرِ تعلیم است و من طفلِ زباندانش دمِ تسلیم سرِ عُشر و سرِ زانو دبستانش

دل سے مراد یہاں وہ صنوبری شکل کا مضغۂ گوشت نہیں ہے جو بائیں جانب کی پسلیوں کے نیچے حرکت کرتا ہے بلکہ وہ لطیفۂ ربّانیہ مراد ہے جو انوار معرفت ذات باری کے حاصل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اُس کو روح کہنا چاہیئے کما صرّح بہ الغزالی فی الاحیاء۔ پیرِ تعلیم۔ معلم علم دین کو بولتے ہیں۔ طفل زباندان۔ اس لڑکے کو کہتے ہیں جو پہلی دفعہ استاد کی تقریر کو سمجھ کر خوب ضبط کرلے اور صاف سنا دے۔ دم تسلیم خاموشی۔ فرمانبرداری۔ رضا طلبی کو کہتے ہیں۔ سرِ عُشر۔ اُس نقش یا نشان کو بولتے ہیں جو قرآن مجید کے حاشیہ پر ہر دس آئت کے خاتمہ کے موقع پر لکھ دیتے ہیں اور نیز وہ پہلی دس آئتیں جو شروع قرآن سے پہلے بچے کو یاد کراتے ہیں۔ یہاں یہی معنے مراد ہیں۔ سرِ زانو۔ اضافت بیانی۔ دبستان۔ مکتب + سرِ زانو کو دبستان قرار دینے سے وہ حالت مراقبہ مراد ہے جس میں اہل اللہ کو عجائب و غرائب حقایق کا کشف ہوتا ہے۔ اس کی حقیقت سے کچھ وہی لوگ آگاہ ہوتے ہیں جو اس حالت میں ہوا کرتے ہیں۔ صائب اصفہانی کہتا ہے ؎ تو مردِ صاحبِ دل نیستی چہ میدانی کہ سر بجیب کشیدن چہ عالمے دارد

ترجمہ۔ میرا دل میرا معلم ہے (جو مجھے حقیقت کا سبق دیتا ہے) اور میں اس کا طفل زباندان ہوں یعنی (ایسا شاگرد جو اس کے فیض تعلیم کو فی الفور اس کی ہدایت کے مطابق ضبط کر لیتا ہے) اور خاموشی یا فرمانبرداری سرِ عشر ہے جو شروع تعلیم سے پہلے مجھے سکھایا گیا ہے یعنی (استاد کی پہلی ہدایت یہ ہے کہ بس دم بخود رہو) اور یہ سب تعلیم میں دبستانِ زانو یعنی مدرسۂ مراقبہ میں حاصل کرتا ہوں +

خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں ایک ایسا جوہر مخفی ہے کہ جس سے جو یائے حقیقت پر از خود حقیقی علوم کا دروازہ کھل جاتا ہے مگر اس جوہر فطرت کو فعلی صورت میں لانے کے لئے ضروری ہے کہ انسان ریاضت نفس اختیار کرے اور این و آں سے قطع تعلق کر کے بحر تفکر میں غوطہ لگائے۔ کسی استاد نے کہا ہے ؎

خونابۂ دل خور کہ شرابے بہ ازیں نیست — دنداں بجگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست

در کنز[1] و ہدایہ نتواں یافت خدا را — در صفحۂ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

نہ ہر زانو دبستا نسست و ہر دم لوح تسلیمش — نہ ہر دریا صدف دار است و ہر نم قطرہ نیسانش

پہلے مصرع میں ضمیر شین دبستان کی طرف راجع ہے اور دوسرے میں دریا کی طرف قطرہ نیسان میں فک اضافت ہے۔ دوسرا مصرع پہلے مصرع کی تمثیل سمجھو +

نیسان - رومیوں کے سال کے ساتویں مہینے کا نام ہے۔ اس مہینے میں جو بارش ہو اسے بھی نیسان کہتے ہیں۔ سُریانی زبان میں بہار کے تین مہینوں میں دوسرے مہینے کا نام ہے +

ترجمہ - ہر ایک زانو اس قابل نہیں کہ مذکورہ بالا شرائط سے دبستان بن سکے اور نہ ہر ایک دم میں لوح تسلیم بننے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ جس طرح ہر ایک دریا صدف دار نہیں ہو سکتا اور نہ ہر ایک قطرہ ابر نیساں کا قطرہ بن سکتا ہے +

خلاصہ - ہر ایک شخص کا یہ حوصلہ نہیں کہ تکلیف ریاضت و محنت مجاہدت کا متحمل ہو کر خزانۂ اسرار معرفت کا مالک بن سکے ؎ ہر ہوسناکے چہ داند جام و سنداں باختن +

سرِ زانو دبستان است چوں کشتیٔ نوح آں را — کہ طوفان جوشِ دردِ دوست جودی گردِ دامانش

دبستانِ زانو کو کشتیٔ نوح کے ساتھ تشبیہ دینے سے یہ مقصود ہے کہ جس طرح کشتیٔ نوح اہل ایمان کے لئے باعث نجات اور موجب امن از غرق تھی اسی طرح دبستانِ زانو یعنی مراقبہ بھی ریاضت کنندگان کے لئے مختلف قسم کے وساوس شیطانی اور خطرات نفسانی سے محفوظ رہنے کا ذریعہ ہے +

جودی - جس کو آج کل کوہ ارارات کہتے ہیں وہ پہاڑ ہے جس پر نوح ؑ کی کشتی جا ٹھہری تھی۔ قرآن مجید میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حیث قال **فَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ** -

ترجمہ - سرِ زانو یعنی مراقبہ اُس شخص کے لئے کشتیٔ نوح کی طرح دبستان ہو سکتا ہے جو فرط شوق الٰہی سے اس قدر گریہ کرے کہ اس کے آنسوؤں سے طوفانِ نوح برپا ہو جائے اور اس قدر ریاضت اختیار کرے (کہ سال سالہا کی نشست کے بعد) بمقدار کوہِ جودی اُس کے گرداگرد غبار کے پہاڑ کھڑے ہو جائیں +

خلاصہ - دولتِ مراقبہ اُس شخص کو نصیب ہوتی ہے جس کے دل میں خدا کی لَو لگی ہو اور بدرجہ غایت ریاضت کا متحمل ہو۔ ظہوری کہتا ہے ؎ گلِ داغش کسے را رستہ از شاخ — کہ چوں نے استخوانش گشتہ سوراخ +

خود آنکس را کہ رزی شد دبستاں از سرِ زانو — نہ تا کعبش بود جودی و نے تا ساق طوفانش

کعب - عربی زبان میں ٹخنے کو بولتے ہیں جس کو فارسی میں شتالنگ کہتے ہیں +

ترجمہ - جس شخص کو سرِ زانو یعنی مراقبہ کے مکتب میں تعلیم پانا نصیب ہوتا ہے تو نہ تو کوہ جودی اس کے

[1] عربی علم فقہ میں دو معتبر کتابوں کے نام [illegible]

ٹخنوں تک پہنچ سکتا ہے اور نہ طوفان نوح اس کی پنڈلی تک آسکتا ہے **مطلب**۔ یعنی وہ شخص ایسا عالی ہمت اور بلند رتبہ ہوجاتا ہے کہ کوہ و دریا باوجودیکہ آثار قدرت میں نہایت زبردست مظاہر ہیں مگر اس کی بلند نظری کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ حافظ شیراز فرماتے ہیں ؎

یارِ مردان خدا باش کہ در کشتیٔ نوح ہست خاکے کہ بآبے نخرد طوفان را

نہ مرد این دبستان است ہر کز جنبشے دردے بہردم چار طوفان است در بنیادِ ارکانش

مرد۔ سزاوار۔ قابل۔ محاورہ میں بولتے ہیں۔ فلاں کس مرد این کار نیست یعنی سزاوار این کار نیست +

جنبشے دردے۔ ترکیب اضافی ہے اور مضاف و موصوف کے ساتھ یاے مجہول کا لکھنا متقدمین کا طریق تھا۔ جس کو متاخرین نے متروک الاستعمال کردیا **دردے** میں جو حرف **یاء** ہے اس سے قلّت وحقارت کا مفہوم پیدا ہوتا ہے +

چہار طوفان سے مفصلہ ذیل چار طوفان مراد ہیں جو مختلف وقتوں میں مختلف قوموں پر بصورت عذابِ آسمانی ظاہر ہوئے +

(۱) نوح ؑ کا طوفانِ آب (۲) ہود ؑ کا طوفان باد۔ (۳) لوط ؑ کا طوفانِ آتش (۴) صالح ؑ کا طوفان خاک

مگر بعض محققین نے چہار طوفان سے مفصلہ ذیل چار طوفان مراد لئے ہیں +

(۱) جہل جو ضد عدالت ہے (۲) جُبن جو ضد شجاعت ہے (۳) حرص جو ضد عفت ہے۔ (۴) ظلم جو ضد عدالت ہے۔ ان چاروں کو رذائل نفسانی بولتے ہیں +

ترجمہ۔ وہ شخص اس درسگاہ کی قابلیت نہیں رکھتا جو ادنےٰ حرکتِ درد سے بھی بنیاد ارکان یعنی اپنے وجود میں چار طوفان برپا ہونے کی سی تکلیف محسوس کرتا ہے (یعنی جو راہِ حقیقت میں کسی خفیف مشقت و تکلیف کا سامنا کرنے کو بھی اپنے لئے چار طوفان کے عذاب سے کم نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کالج میں وہ لوگ تعلیم پاتے ہیں جن کا ذکر اگلے شعر میں آتا ہے +

چہار طوفان کے دوسرے معنے کو یہاں ربط دینے سے دوسرے مصرع کا یہ مطلب ہوگا + کہ جس کے بنیاد ارکان میں ہردم چہار طوفان یعنی **جہل۔ جُبن۔ حرص۔ ظلم** اپنا عمل کرتے ہوں یعنی ان چار رذائل نفسانی کا مغلوب ہو +

بنیاد ارکان کے لفظ سے اس امر کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ انسان کی بناوٹ عناصر اربعہ سے ہے کہ جب تک کیفیات اربعہ اعتدال پر رہتی ہیں تو سلسلۂ زندگانی جاری رہتا ہے ورنہ بقول سعدی ؎

گر یکے زین چہار شد غالب جان شیریں برآید از قالب

اسی طرح روحانی زندگی فضائل اربعہ یعنی **حکمت - شجاعت - عفت - عدالت** سے حاصل ہوتی ہے۔ اعتدال سے ہٹ جانے پر رذائل اربعہ پیدا ہو جاتے ہیں یہاں رذائل اربعہ **جہل - جبن - حرص - ظلم** کا علٰحدہ علٰحدہ عناصر اربعہ **خاک - آب - باد - آتش** سے تعلق ہے پس ہر چہار رذائل نفسانی کا غلبہ پانا موجب ہلاک ہوگا +

دبستاں از سر زانو نست خاص آں شیر مردے را — کہ چوں سگ در پس زانو نشاند شیر مردانش

شیر مرد - سالک راہ خدا کہ جس نے دنیا کی لذتوں سے منہ موڑ لیا ہوا ور بذریعہ ریاضت و مجاہدت اسرار عالم لاہوت سے واقف ہو۔ **در پس زانو نشاندن** مراقبہ میں بٹھلانے کو کہتے ہیں۔ نیز اس کے معنے کسی کو سوچ بچار میں ڈالنے کے بھی ہیں۔ دوسرے مصرع میں **شین** زانو کا مضاف الیہ ہے اور یہاں بمعنے خود لیا گیا ہے۔ **شیر مرداں** فعل نشاند کا مفعول ہے اور را علامت مفعول محذوف ہے۔ اب دوسرے مصرع کی صورت ترکیبی یوں ہوئی کہ **شیر مرداں را چوں سگ در پس زانوے خود بنشاند**

کتّے کے ساتھ تشبیہ دینے میں صرف وجہ نشست کو وجہ شبہ قرار دیا گیا ہے کیونکہ کتا اکثر اس طرح بیٹھتا ہے کہ اگلی دو ٹانگیں آگے کو پھیلا کر اس پر اپنا سر ڈال دیتا ہے جس سے مراقبہ کی حالت سے پوری مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔ معہذا نہایت لطیف طور پر بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ طالبان دنیا جن کو اہل اللہ سگان یا کہتے ہیں۔ جب دنیا چھوڑ کر رجوع بحق کرتے ہیں تو گویا وہ شیر مردان راہ خدا ہو جاتے ہیں +

ترجمہ - سر زانو یعنی مراقبہ کی درسگاہ اُس شیر مرد یعنی سالک راہ خدا سے مخصوص ہے جو کتے کی طرح شیر مردوں کو اپنے پاس مراقبہ کے لئے بٹھا سکے یا بٹھانا بتلائے +

خلاصہ یہ ہے کہ سالک راہ حقیقت وہ ہے جو اپنے روحانی فیض سے دوسروں کو بھی اپنی طرف کھینچ سکے

؎ آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند — آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

کسے کز روے سگ جانی نشیند در پس زانو — بزانو پیش سگساراں نشستن نیست شایانش

سگ جانی - سخت جانی اور سختی کشی کو کہتے ہیں **در پس زانو نشستن** - مراقبہ میں بیٹھنا - **سگسار** حریص - طالب دنیا - مفت خور - سگ مانند - یہاں سگسار سے طالب دنیا مراد ہے - **بزانو نشستن** سے مؤدبانہ بیٹھنا مراد ہے +

ترجمہ - جو شخص نہایت جفاکشی اور محنت سے منزل مراقبہ کو طے کرتا ہے - اُسے ہرگز اہل دنیا کے سامنے مودبانہ بیٹھنا شایاں نہیں یعنی اس کو اہل دنیا سے بالکل مستغنی ہو کر رہنا چاہئے +

کسے کیں خضر معنے راست دامنگیر چوں موسیٰ — کفِ موسیٰ و آب خضر بینی در گریبانش

سورۂ کہف میں موسےٰ اور یوشعؑ کے مجمع البحرین کی طرف سفر کرنے کا ذکر ہے۔ اس سفر میں موسےٰ کو خضرؑ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ موسےٰ نے خضرؑ سے ان کے ساتھ رفیق سفر ہونے کی استدعا کی۔ خضرؑ نے فرمایا کہ اے موسےٰ تم میری رفاقت نہیں کر سکو گے تم مجھے ہر ایک امر کی (جو بظاہر برا معلوم ہو گا مگر درحقیقت کسی مصلحت پر مبنی ہوگا) وجہ دریافت کرنے لگو گے۔ موسےٰ نے فرمایا کہ نہیں حضرت! میں انشاء اللہ تعالےٰ آپ کا تابع فرمان ہوکر رہونگا الغرض خضرؑ نے انہیں یہ ہدایت کر دی کہ جب تک میں خود کسی کام کی وجہ نہ بتاؤنگا تم مجھ سے دریافت نہ کرنا چنانچہ دونو چل پڑے۔ راستے میں جب ایک کشتی پر سوار ہوئے تو خضرؑ نے اس کشتی کو توڑ دیا موسےؑ جھٹ بول اٹھے کہ حضرت یہ کیا بات ہے؟ کیا آپ لوگوں کو دریا میں ڈبوئیں گے۔ تب خضرؑ نے جواب دیا کہ موسےٰ کیا میں یہ نہیں کہتا تھا کہ تم میری رفاقت نہیں کر سکو گے؟ موسےٰؑ نے کہا کہ مجھ سے بھول ہو گئی ہے آپ مجھے معاف فرمائیں۔ چنانچہ پھر چل پڑے۔ راستے میں خضرؑ نے ایک لڑکے کو ہلاک کر دیا۔ تب موسےٰ جھٹ کہنے لگے کہ حضرت آپ نے خواہ مخواہ ایک بیگناہ کا خون کر دیا یعنی چہ؟ خضرؑ نے پھر وہی عہد یاد دلایا اور کہا۔ کہ اے موسےؑ کیا میں تم سے پہلے یہ نہیں کہہ چکا تھا کہ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے؟ موسےؑ نے کہا کہ اچھا اگر اب کے میں نے کوئی ایسی حرکت کی تو مجھے علاحدہ کر دینا میں آپ کو معذور سمجھونگا۔ چنانچہ پھر چل پڑے جب انطاکیہ پہنچے تو وہاں کے لوگوں سے انہوں نے کچھ کھانا مانگا مگر کسی نے نہ دیا وہاں خضرؑ نے ایک دیوار دیکھی جو بالکل گرنے کو تھی اُس کو بلا اجرت درست کر دیا۔ موسےؑ اس پر بھی جھنجلائے اور فرمانے لگے کہ حضرت اگر آپ اجرت لے کر یہ کام کرتے تو کچھ فائدہ ہوتا۔ خضرؑ نے فرمایا کہ آپ اپنا راستہ لیں اور مجھے رفاقتِ سفر سے معاف رکھیں۔ ہاں آپ کے مذکورہ بالا سوالوں کا جواب دئے دیتا ہوں۔ لیجئے سنئے +

(۱) کشتی اس لئے توڑی گئی کہ وہ چند اجرت پیشہ غریب لوگوں کی روزی کا ذریعہ تھی۔ ایک ظالم حاکم جو کشتیوں کو جبراً چھین رہا تھا۔ قریب تھا کہ اُن سے کشتی چھین لے۔ میں نے اُس کو معیوب کر دیا ہے تاکہ نکمی سمجھ کر چھوڑ دے +

(۲) لڑکا اس لئے مارا کہ اُس کی افتادِ طبیعت نہایت بد واقع ہوئی تھی اس کے والدین مسلمان تھے۔ بڑا ہو کر وہ انہیں ہلاک کرتا اس لئے مصلحتاً ایسا کیا گیا خدا ان کو اس کا نعم البدل دیگا +

(۳) دیوار کی مرمت اس لئے کی گئی کہ وہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جن کا باپ بہت نیک اور خدا دوست آدمی تھا۔ چونکہ اس دیوار کے نیچے کچھ خزانہ مدفون تھا اس لئے ارادہ الٰہی اس امر کا مقتضی ہوا کہ وہ دیوار مرمت کی جائے تاکہ وہ بچے جوان ہوکر نکال لیں کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ڈر تھا کہ کوئی غیر ان چھوٹے بچوں کے مال پر قابض ہو جائے +

کفِ موسےٰ - ید بیضا سے مراد ہے جو خدا نے موسےٰ کو منجملہ دیگر نو نشانیوں کے بطریق معجزہ دیا

تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ جب آپ اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر باہر نکالتے تھے تو وہ آفتاب کی طرح چمکتا معلوم ہوتا تھا **آبِ خضر** سے چشمہ آبِ حیات مراد ہے +

ترجمہ۔ جو شخص موسےٰ ع کی طرح اس خضر راہ حقیقت کا تابع ہوتا ہے تو ید بیضا اور چشمۂ آبِ حیات اُس کے گریبان میں موجود ہوتے ہیں +

تشریح۔ یعنی جو پیر تعلیم کی مریدی اختیار کرتا ہے وہ صاحب کرامات ہو جاتا ہے اور زندگی جاوید پاتا ہے۔ ایک عارف کا قول ہے للہ عباد طور سینا ھم رکبھم یعنی اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں کہ سر زانو اُن کا طور سینا ہے۔ جو موسےٰ کو کوہ طور پر ملا تھا انہیں زانو پر سر رکھنے سے مل جاتا ہے۔ اسی مضمون کو کسی صاحب حال نے یوں ادا کیا ہے + **رباعی**

بارے چہ خوش است بے دہاں خندیدن — بے واسطۂ چشم جہاں را دیدن
بنشین و سفر کن کہ بغایت خوب است — بے زحمتِ پا گرد جہاں گردیدن

ہمہ تلقینش آیاتے کہ خاموشی است تاویلش — ہمہ تعلیمش اشکالے کہ نادانی است برہانش

تلقین اور **تعلیم** دونو قریب المفہوم لفظ ہیں۔ **تاویل** کے معنے پھیرنے کے ہیں لیکن اصطلاحاً اُس سے کسی کلام کو ظاہر الفاظ کے مفہوم سے پھیر کر کسی ایسے دوسرے مفہوم کی طرف لے جانا مراد لیا کرتے ہیں۔ جس کا احتمال وہاں پیدا ہو سکتا ہو +

اشکال سے علم منطق کی چار شکلیں مراد ہیں جن کو اثبات دعوے میں بطور دلیل و برہان استعمال کرتے ہیں۔ دلیل و برہان میں صرف یہ فرق ہے کہ دلیل عام ہے اور برہان خاص۔ برہان ایک ایسے باضابطہ قیاس (سلوجزم) کو کہتے ہیں جس کے دونو مقدمات (مائنر اور میجر) یعنی صُغرےٰ اور کُبرےٰ یقینی ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس حالت میں نتیجہ بھی یقینی ہوگا +

تلقینش اور تعلیمش میں **ضمیر شین** پیر تعلیم یا خضر ہی کی طرف راجع ہے +

ترجمہ۔ اس پیر تعلیم یا خضر معنے کی سب تلقین ایسے آیات ہوتے ہیں جس کی تعبیر خاموشی سے کی جاتی ہے اور اس کی سب تعلیم ایسی شکلیں ہوتی ہیں جن میں نادانی یعنی فراموشیٔ کلی ایک یقینی نتیجہ پیدا کرنے والی برہان سمجھی جاتی ہے +

خلاصہ۔ اس پیر تعلیم کی تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ زبان کو بحث و مباحثہ سے روک کر این و آں کو بالکل فراموش کر دینا چاہئے۔ یعنی تصدیق و تکذیب اور رد و قبول کا دروازہ بند کر کے ماسوا کی طرف سے خیال ہٹا لینا چاہئے تب یقینی امور کا علم حاصل ہونے لگتا ہے۔ جن کو عقل کی رسائی سے سمجھنا مشکل تھا +

مرا بر لوحِ خاموشی الف با تا نوشت اوّل — کہ دردِ سر زبانست و زخاموشی است درمانش

الف - با - تا سے مراد ابتدائی تعلیم ہوا کرتے ہیں مولوی جامی فرماتے ہیں ؎

زلوحِ اول الف - با - تا نخوانی — زقرآں درس معنے کے توانی

ترجمہ - پیر تعلیم نے مجھے لوحِ خاموشی پر الف - با - تا یعنی حروف تہجی لکھ دئے (اور رکھا کہ کچھ مدت ان کو ذہن نشین کرو) اور اس کی وجہ یہ ہے کہ زبان ہی موجب دردِ سر ہے جس کا علاج صرف خاموشی ہے +

خلاصہ - پیر تعلیم نے مجھے پہلے خاموشی کی ہدایت کی کیونکہ بہت سی برائیاں بولنے سے پیدا ہوتی ہیں - ؎

یاد دارم از صدف این نکتۂ سربستہ را — سینہ ہارا خامشی گنجینۂ گوہر کند

نخست از من زباں بستد کہ طفل اندر نو آموزی — چو نائش بیزباں بائد نہ چوں بربط زباندانش

رستد - بکسر اول و فتح ثانی ستدن مصدر سے ماضی کا صیغہ ہے - بعض وقت لوگوں کو دھوکہ لگتا ہے کہ یہ مضارع کا صیغہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ماضی کا ماقبل آخر اور آخر ہر دو ساکن ہوا کرتے ہیں اور مضارع کا ماقبل آخر مفتوح ہوا کرتا ہے مگر زد - آمد اور ستد میں خلاف قیاس ماضی کا ماقبل آخر بھی مفتوح ہے بعض نے بستد کو بستن مصدر سے صیغۂ مضارع قرار دیا ہے و فیہ ما فیہ +

نا ے - بجانے کی بانسری - زباندان فصیح و بلیغ - ہر دو ضمیر شین کا مرجع پیر تعلیم ہے +

ترجمہ - پیر تعلیم نے پہلے پہل مجھ سے میری زبان لے لی یعنی مجھے بولنے سے روک دیا کیونکہ بچے کو شروع شروع میں استاد کے پاس بانسری کی طرح بیزبان ہو کر بیٹھنا چاہئے نہ کہ بربط کی طرح پہلے ہی سے فصیح و بلیغ کہ جس کی زبان بہت چلتی ہو +

خلاصہ - دم بخود رہنا اس استاد کی پہلی تعلیم ہے ؎ بے زباں باش نہ بینی کہ قلم - تا زباں یافت سرش درخطر است

چو ماندم بیزباں چوں نا ے جاں در من دمید از لب — کہ تا چوں نا ے سوے چشم رانم دم بفرمانش

بانسری بجانے والے کے منہ کی ہوا بانسری کے اندر سے گذر کر اس کے سوراخوں کی طرف (جن کو یہاں چشم کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے) نکل جاتی ہے - بانسری کی یہ حالت ذکر ارّہ کرنے والوں کی حالت سے ٹھیک مشابہ ہے - ذکر ارّہ کا طریق یہ ہے کہ لفظ لَا اِلٰہ کو اپنے خیال میں ناف سے اوپر کی طرف دماغ تک لاتے ہیں پھر لفظ اِلَّا اللہ کو اسی خیالی طریق پر دماغ سے عین قلب پر زور کے ساتھ لگاتے ہیں - اس زور سے لگانے کو ان کی اصطلاح میں ضرب بولتے ہیں - چونکہ اس قسم کی آواز کا اوپر کو کھینچنا اور دل کی طرف لے جانا کشش ارّہ سے مشابہت رکھتا ہے - اس واسطے اس کو ذکر ارّہ بولتے ہیں - اسی ذکر کی طرف شاعر اشارہ کر کے کہتا ہے کہ -

ترجمہ - جب میں بانسری کی طرح بستہ زبان ہو گیا تو پیر تعلیم نے اپنی لبوں سے مجھ میں ایک روح سی پھونک دی تا کہ میں اس کا تابع حکم ہو کر بانسری کی طرح آنکھ کی طرف یعنی اوپر کو دم کھینچوں (ذکر ارّہ کروں)

خلاصہ - خاموشی کے بعد اُس کی تعلیم مذکورہ بالا طریق پر ذکر کرنے کے متعلق تھی +

چناں در بوتۂ تلقیں مرا بگداخت کاندر من نہ شیطاں ماند و وسواسش نہ آدم ماند و عصیانش

بوتہ - سنار کی کٹھالی - عصیان آدم سے وہی مشہور عصیان مراد ہے جس پر آپ بہشت سے باہر نکال دئے گئے تھے اور مدتوں جزیرہ سراندیپ میں پڑے رہے - قرآن مجید میں عصیان آدم اور اُن کے بہشت سے نکالے جانے کا قصہ مذکور ہے - عصیان آدم کا لفظ آیت عَصٰی آدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی سے لیا ہے - اور وسواس شیطان کا لفظ یوسوس فی صدور الناس سے ماخوذ ہے +

وسواس شیطان سے نفس امّارہ کے وہ حیوانی جذبات مراد ہیں جو گاہ بیگاہ انسان کے دل میں پیدا ہو کر اُس کے اعتقادات کی جڑھ کو کھوکھلا کر دیتے ہیں +

عصیان آدم سے قوت عاقلہ کی وہ حالت مراد ہے جس میں آثار بشریت اور اظلال نفسانیت ابھی موجود ہوں

ترجمہ مجھے پیر تعلیم نے بوتہ ہدایت میں ڈال کر اس طرح پگلایا (صاف کیا) کہ مجھ میں نہ تو شیطانی وساوس باقی رہے اور نہ آثار بشریت جو طالب صادق کو منزل مقصود تک پہنچنے سے مانع ہؤا کرتے ہیں +

خلاصہ - میں پیر تعلیم کی ہدایت سے انسان کامل ہو گیا یعنی ہر ایک قسم کی نفسانی میل وکچیل سے پاک و صاف ہو گیا حافظ شیراز فرماتے ہیں - ؎

حجاب چہرۂ جاں مے شود غبار تنم خوشا دمیکہ ازیں چہرہ پردہ بر فگنم

بگوش من فرو گفت آنچہ گر نسخہ کنم شاید صحیفہ صفحۂ گردون و دُودہ جرم کیوانش

صحیفہ - کتاب اور رسالہ - دودہ - دود چراغ کو بولتے ہیں مگر یہاں مجازاً لکھنے کی سیاہی مراد ہے - جرم کا لفظ گو ہر ایک آسمانی اور زمینی مادی چیز پر بولا جاسکتا ہے مگر اس کا اطلاق اکثر معدنی اور آسمانی چیزوں پر کیا جاتا ہے - جیسے جرم زمین - جرم قمر - جرم شمس - جرم کیوان وغیرہ - کیوان - زُحل ستارہ کو بولتے ہیں جو ساتویں آسمان پر ہے اہل نجوم سیاہ رنگ کو اس کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں - فرو گفت میں لفظ فرو زائد ہے - ضمیر شین اسم موصول یعنی آنچہ کی طرف راجع ہے +

ترجمہ - پیر تعلیم نے میرے کان میں اسرار حقیقت کی وہ وہ باتیں کہیں کہ اگر میں ان کو لکھنے لگوں - تو اوراق آسمان بجائے ایک رسالہ کے اور جرم زحل بجائے روشنائی کے میرے استعمال میں آنا چاہئے +

خلاصہ - وہ اسرار مجھے بتائے جن کو میں معرض بیان میں نہیں لاسکتا +

نبشتم ابجد تجرید وپس چوں نشرۂ طفلاں نگاریدم بسُرخ و زرد اشک و چہرہ ہر مانش

بنشتم میں میم مفعول کا ہے یعنی نبشت مرا (مجھے لکھ کر دیا) ابجد - کنایہ ہے حروف مفردات الف - با - تا

وغیرہ سے **تجرید** کے لغوی معنے ننگا کرنے اور سنوارنے کے ہیں مگر اصطلاح میں تجرید این و آں سے قطع تعلق کر کے آزاد ہونے کو کہتے ہیں۔ **ابجد تجرید نوشتن**۔ اصطلاح میں خواہش نفسانی سے درگذر نے اور مزاحمت نفس سے رہائی حاصل کرنے کو کہتے ہیں۔ **نُشرہ**۔ بالضم وہ ہدیہ جو بچوں کو لکھ کر دیا جاتا ہے۔ تعویذ اور افسون کو بھی بولتے ہیں مگر بفتح اول بچہ کے ختم قرآن شریف کے موقع پر ایک خاص قسم کی خوشی منانے کو کہتے ہیں جس کو ہمارے ملک میں **آمین کرانا** بولتے ہیں۔ صاحب برُہان نے بفتح اول اس لفظ کے یہ معنے بھی لکھے ہیں کہ نشرہ ان حروف کو بولتے ہیں جو بچہ کے مکتب بٹھانے پر مُلا لوگ (تبرکاً) زعفران و شنگرف سے لکھ کر اُس کو دیتے ہیں اور یہی معنے یہاں چسپاں بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ دوسرے مصرع میں **سُرخ و زرد** ہر دو لفظ کا لانا اس کی تائید کرتا ہے۔ ہزمان مخفف ہے ہر زمان کا +

سرخ و زرد اشک و چہرہ میں لف و نشر مرتب ہے اصل نسخہ میں **سُرخ و زرد ز اشک و چہرہ** لکھا ہے مگر حرف زاء اگر نہ ہو اور سُرخ و زرد کو اشک و چہرہ کی طرف مضاف سمجھا جائے تو کلام زیادہ بلیغ ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب اگر بنشستم کو فعل ماضی سے صیغہ واحد متکلم سمجھا جائے تو بھی کوئی ہرج نہیں +

ترجمہ۔ پیر تعلیم نے مجھے ابجد تجرید (ماسوا سے قطع کرنے کا ابجد لکھ کر دیا۔ یعنی خواہشات نفسانی سے علاحدہ ہونا بتلایا) پھر پیر تعلیم کی ہدایت کے مطابق بچوں کے نشرہ کی طرح میں نے اپنے چہرۂ زرد کے زعفران اور سرخ آنسوؤں کے شنگرف سے اُس کو ہر وقت لکھنا شروع کیا +

خلاصہ۔ نفس امارہ کی مزاحمت سے چھوٹ گیا اور میرے دل میں حقیقی شوق پیدا ہو گیا +

چو از بر کردم ایں ابجد کہ ہست از بینی مُہرش زیادم شد معمائے کہ ہستی بود عنوانش

مُعمّا تعمیہ مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں **نابینا کردہ شدہ**۔ مگر اصطلاحاً اس سے ایسا کلام مراد ہوتا ہے جو بذریعہ قلب حروف یا تشبیہ یا بحساب اعداد جمل یا کسی اور طریق سے کسی خاص نام پر دلالت کرے۔ **عُنوان**۔ دیباچہ۔ سرنامہ۔ ہر چیز کا آغاز +

ترجمہ۔ جب میں نے ابجد مذکور کو کہ جس پر نیستی کی مہر لگی ہے۔ خوب حفظ کر لیا یعنی اُس کو خوب ذہن نشین کر لیا تو وہ معما جس کا عنوان ہستی تھا۔ بالکل میری یاد سے جاتا رہا +

خلاصہ۔ میں نے اپنے تئیں فراموش کر دیا۔ حافظ شیراز فرماتے ہیں ؎

ازاں افیوں کہ ساقی در مئے افگند حریفاں را نہ سرماند و نہ دستار

چو دیدم کیں دبستاں راست کلی علم نادانی ہر آنچم حفظ جزوے بود شُستم ز آب نسیانش

ہر آنچم۔ ہر آنچہ مرا۔ علم نادانی سے سب اشیاء حتے کہ اپنی ہستی سے بھی غافل ہو جانا مراد ہے +

ترجمہ۔ جب میں نے معلوم کیا کہ اس درسگاہ کی تعلیم سب کی سب یہ ہے کہ اپنی ذات اور نیز ماسوے اللہ سے بالکل قطع نظر کر لی جائے تو میں نے مذکورہ بالا ابجد کے سوا اپنے تمام حاصل کردہ معلومات کو آب نسیان سے دھوڈالا یعنی بالکل فراموش کر دیا +

خلاصہ۔ سائیں بُلھے شاہ فرماتے ہیں ؎ علموں بس کریں او یار - اِکّو الف تیرے درکار

زہے تحصیلِ دانائی کہ سوئے خود شدم حیراں کرا استاد دانا بود چوں من کرو نادانش

زہے۔ تحسین و آفرین کا کلمہ اور خہے کا مترادف ہے یہ ہر دو لفظ علیحدہ علیحدہ زہ واے و خہ واے سے مرکب ہیں۔ اور دوسرے مصرع میں کرا بمعنے ہر کرا واقع ہؤا ہے +

ترجمہ۔ واہ! عجیب قسم کی دانش کا حاصل کرنا ہے کہ جس سے مجھے اپنی ذات کا بھی علم نہ رہا اور جس شخص کو میرے استاد جیسا کوئی کامل استاد مل گیا ہوگا تو ضرور اُس نے اس کو میری طرح از خود رفتہ بنا دیا ہوگا +

یہاں یہ بھی احتمال پیدا ہو سکتا ہے کہ دوسرے مصرع میں لفظ کرا سے معنی استفہام انکاری سمجھے جائیں اس صورت میں دوسرے مصرع کا ترجمہ یوں ہو جائیگا +

بھلا کس کو میرے استاد جیسا کوئی دانا استاد ملا اور میری طرح اُس کو نادان بنا دیا یعنی کسی کو نہیں ملا +

چو طوطی کائینہ بیند شناسِ خود نیفتد پے ز خود دور خود شود حیراں کند حیرت سخندانش

شناسِ خود نیفتد پے۔ اے پے شناسِ خود نیفتد۔ کند حیرت سخندانش کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ وہ حیران ہو کر بولنے لگتا ہے۔ دوسرا یہ کہ خود حیرت اُس کی سخندانی بن جاتی ہے۔ حایت درجہ کا مبالغہ ہے یعنی گنگ ہو جاتا ہے +

قاعدہ ہے کہ جب طوطے کو بولنا سکھاتے ہیں اور وہ نہیں سیکھتا تو اس کے سامنے آئینہ رکھتے ہیں تاکہ وہ ہم جنس کو دیکھ کر بولنے لگے جس سے بعض طوطے تو بولنے لگ جاتے ہیں۔ اور بعض بالکل نہیں بولتے +

ترجمہ۔ میری حیرت کا حال بعینہ اس طوطی کا سا ہے جو آئینہ دیکھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ آئینہ میں میری ہی صورت کا عکس ہے (بلکہ اس کو غیر سمجھتا ہے) اور بجائے خود اپنے عکس کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے بولنے لگتا ہے یا یہ کہ متحیر ہو کر بالکل گنگ ہو جاتا ہے +

تشریح۔ اہل تصوف میں ایک مشہور قول ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ یعنی جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا اور ایک اور قول ہے من عرف نفسہ فقد کلّ لسانہ یعنی جس نے اپنے رب کو پہچانا وہ بستہ زبان ہو جاتا ہے۔ ؎ کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد۔

استدلال مذکورہ ایک باضابطہ منطقی صورت میں یوں آسکتا ہے +

صغریٰ — من عرف نفسہ فقد عرف ربہ
کبریٰ — ومن عرف ربہ فقد کل لسانہ
نتیجہ — من عرف نفسہ فقد کل لسانہ

یعنی جو شخص اپنی ذات کو پہچان جاتا ہے وہ بستہ زبان ہو جاتا ہے - اب اس حاصل کو شعر پر چسپان کر کے دیکھو تو معنے واضح ہو جائینگے - معہذا یہ بھی معلوم ہوگا کہ کند حیرت بخند انش سے طوطی کا بالکل گنگ ہونا مراد ہے +

دریں تعلیم شد عمر و ہنوز ابجد ہے خواہم — ندانم کے رقوم آموز خواہم شد بدیوانش[1]

ترجمہ - اس تعلیم میں میری عمر گذر گئی مگر ابھی تک وہی ابجد یعنی ابجد تجربہ پڑھ رہا ہوں - دیکھئے (پیر تعلیم) کے مکتب میں ہندسے اور روپیہ لکھنا سیکھنے کی کب نوبت آئے +

قاعدہ ہے کہ بچے کو ابجد آموزی کے بعد ہندسہ اور روپیہ کی رقمیں لکھنا سکھاتے ہیں جس سے شاعر کا یہ مدعا ہے کہ دیکھئے میں اسرار معرفت پر وقوف حاصل کرنے میں کب ترقی کرتا ہوں +

ہنوزم عقل چوں طفلاں سر بازیچہ میدارد — کہ ایں نارنج گوں حقہ ببازی کرد حیرانش
نظارہ میکنم ویحک دریں ہنگامۂ طفلاں — کہ مشکیں مہرہ آسو دست ونیلی حقہ گردانش

ہنوزم میں میم مضاف الیہ عقل کا ہے یعنی عقل من - حقۂ نارنج گوں سے آسمان مراد ہے - اور مشکیں مہرہ سے کرہ زمین[2] - ویحک - عربی زبان کا لفظ ہے اس میں کاف ضمیر خطاب (تو) ہے - اور وَیْحَ کلمہ ہے جو مدح - ترحم - افسوس - تنبیہ اور زجر کے موقع پر بولتے ہیں - یہاں اس کا استعمال محل افسوس پر ہوا ہے +

شعبدہ بازوں کا دستور ہے کہ بچوں کو دھوکا دینے کے واسطے گولیوں سے ایک کھیل کھیلا کرتے ہیں جس میں

---

[1] دیوان - بعض کے نزدیک یہ لفظ عربی زبان کا ہے اور ایسے لفظ سے مشتق ہے جس کے معنے جمع کرنے کے ہیں مگر بعض محققین نے اس کے عجمی ہونے کی تحقیق کی ہے چنانچہ اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نوشیرواں نے اپنے دفتر کے منشیوں کو حکم دیا کہ فلاں حساب ایک دو روز میں صاف کر کے پیش کرو سب محاسب و اہل عملہ جمع ہو کر نہایت عجلت سے کام کر رہے تھے کہ نوشیرواں اتفاقاً ادھر سے گذرا اور دیکھ کر کہنے لگا " ایشاں دیوان ہستند " یعنی یہ لوگ دیو ہیں - تب سے یہ لفظ ان لوگوں کے واسطے استعمال ہونے لگا - جن کی تحویل میں حساب کا کام ہوا کرتا ہے - اس کے معنے دفتر محاسبہ - مکان عدالت اور صاحب مسند وغیرہ کے بھی ہیں - مگر اس جگہ مجازاً دبستان کے معنے میں آیا ہے - ۱۲ منہ

[2] اس شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ زمین کا گول ہونا پرانا مشرقی خیال ہے - ہاں زمین کا ساکن ہونا یہاں سے پایا جاتا ہے - مگر ہم کہتے ہیں کہ زمین کے متحرک ہونے کا مسئلہ ابھی من کل الوجوہ پایہ ثبوت تک نہیں پہنچا - ۱۲ منہ

اپنے ہاتھوں کی چالاکی سے ایسا عمل کرتے ہیں کہ کبھی وہ گولیاں نظر آتی ہیں۔ اور کبھی غایب ہو جاتی ہیں۔ اور کبھی ہاتھ میں دکھا دیتے ہیں۔ اور کبھی ڈبیا کے نیچے۔ مگر اس طرح کہ دیکھنے والوں کو مطلقاً پتہ نہیں لگتا۔ تم شام کے وقت لوہاری دروازہ سے باہر انارکلی کے ورلے سرے پر اکثر دیکھتے ہو گے!

ترجمہ۔ ابھی میری عقل بچوں کی طرح لہو و لعب کا خیال رکھتی ہے۔ کیونکہ اس نیلگوں ڈبیا یعنی آسمان نے اس کو اپنے فریب سے حیران کر رکھا ہے۔ آہ! میں بچوں کی طرح اس تماشا گاہ میں اکھڑا یہ کیفیت دیکھ رہا ہوں۔ کہ سیاہ گولی یعنی کرۂ زمین ایک جگہ قائم ہے اور آسمان اُس کے گرد پھر رہا ہے +

خلاصہ۔ عالم حیرت میں پڑا ہوں اور کارخانہ قدرت کی کنہ کا پتہ نہیں چلتا۔ بھلا چلے کیونکر ؎ ۵ کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معما را۔ کسی فلاسفر کا قول ہے **دخلنا الدنیا مضطرین و بقینا فیہا متحیرین و خرجنا منہا کارہین**۔ اس کو فارسی میں یوں سمجھو کہ "بضرورت آمدیم و بحیرت زیستیم و بحسرت مے رویم +

بپایاں آمد ایں ہنگامہ کا ینک روز آخر شد — بود ہر جا کہ ہنگامہ است شب ہنگام پایانش

دوسرے مصرع کی نثر یوں ہوگی۔ ہر جا کہ ہنگامہ است۔ ہنگامِ پایانِ او شب ے باشد

ترجمہ۔ یہ تماشا ختم ہونے کو ہے۔ کیونکہ دن ختم ہو چلا ہے (اور قاعدہ ہے) کہ جس جگہ تماشا ہو شام کے وقت کا خاتمہ ہو جایا کرتا ہے +

خلاصہ۔ انسانی عمر کے جلد ختم ہو جانے اور کارخانہ قدرت کی ماہیت دریافت نہ ہو سکنے کی طرف اشارہ ہے +

خرد نا ایمن است از طبع زاں حرزش کنم حیرت — چو موسیٰ زندہ در تابوت زاں دارم بزندانش
خرد بر راہِ طبع آید کہ مہدِ نفسِ موسیٰ را — گذر بر نیل فرعون است و ناچار است زیبانش

ان اشعار میں موسیٰ ؑ اور فرعون کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر سورۂ قصص میں ہے اور وہ یوں ہے کہ فرعون بنی اسرائیل کی اولاد نرینہ کو پیدا ہوتے ہی مروا دیتا تھا کہ بنی اسرائیل زور نہ پکڑیں۔ آخر جب موسیٰ ؑ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ نے مارے خوف کے پہلے انہیں ایک تنور میں ڈال دیا مگر ان پر وحی نازل ہوئی کہ تم اس بچے کو ایک تابوت میں رکھ کر دریائے نیل میں بہا دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تابوت دریائے نیل میں بہتا ہوا فرعون کے محل کے قریب کنارے آ لگا۔ فرعونیوں نے تابوت کو نکال کر دیکھا تو ایک نوزاد بچہ پایا فرعون کی بیوی اُسے دیکھ کر خوش ہوئی اور فرعون سے استدعا کی کہ اسے نہ مارا جائے ہم اس کو متبنیٰ کر کے اس کی پرورش کرینگے۔ بنی اسرائیل کے ایک بچہ کے نہ مارنے سے اُن کی تعداد میں کوئی زیادتی نہ ہوگی چنانچہ اس غرض کے واسطے دودھ پلانے والی عورتیں بلائی گئیں مگر حضرت موسیٰ ؑ نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا آخر جب ان کی ماں نے انہیں دودھ پلایا تو انہوں نے پی لیا اور فرعون نے انہیں کو حضرت موسیٰ ؑ کی پرورش

کے لئے ایک دینار روزانہ پر دایہ مقرر کر دیا۔ خدا کی شان کہ فرعون بنی اسرائیل کے بچے جس بچے کے خوف سے مروا دیا کرتا تھا وہ خود اسی کے گھر میں اسی کے خرچ سے پلا۔ ؎

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد — خمیر مایۂ دکانِ شیشہ گر سنگ است

خیل فرعون سے فرعون اور اس کا وزیر ہامان اور اس کے لشکری مراد ہیں۔ طبع سے نفس امارہ اور خرد سے قوت عاقلہ اور مہدِ نفس موسے سے مذکورہ بالا تابوت مراد ہے +

ترجمہ۔ (۱) قوت عاقلہ نفس آمارہ سے بے غم نہیں ہو سکتی۔ اس لئے میں نے حیرت کو اس کے لئے جائے پناہ بنا لیا ہے (گویا) موسےؑ کی طرح میں نے اسے زندہ ہی تابوت میں بند کر دیا ہے +

(۲) قوت عاقلہ کا نفس امارہ کے قابو میں آنا قرین قیاس ہے۔ جس طرح تابوت موسےؑ کا فرعونیوں کے ہاتھ آنا ضروری تھا +

خلاصہ۔ چونکہ نفس امارہ ہر وقت انسان کے ساتھ لگا ہے اور اس کا غلبہ پا جانا نہایت آسان ہے۔ اس لئے جب تک اس کے برخلاف کوئی ایسی چال نہ چلیں جس سے وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ قوت عاقلہ اپنا کام نہیں کر سکتی +

باوّل نفس چوں زنبور کافر داشتم — لیکن بآخر یافتم چوں شاہ زنبوراں مسلمانش

شاہ زنبوراں سے شہد کی مکھیوں کا بادشاہ مراد ہے جس کا نام یعسوب[1] تھا اور جو حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ یعسوب المسلمین جناب کا لقب ہے +

ترجمہ۔ ابتدا میں تو میں نفس زنبور کی طرح دل آزاری کی وجہ سے کافر تھا مگر آخر میں (بذریعہ ریاضت) شاہ زنبوراں کی طرح میں نے اُسے مسلمان پایا +

مگر مے خواست تا مرتد شود نفس از سرِ عادت — مرا ایں سِر چو پیدا شد بریدم سَر بہ پنہانش

ترجمہ۔ نفس چاہتا تھا کہ وہ اپنی عادت کے مطابق پھر کفر کی طرف لوٹ جائے مگر جب مجھ پہ اس کی یہ چال کھل گئی تو میں نے اندر ہی اندر (موقع پا کر) اس کا کام تمام کر دیا +

تشریح۔ اس میں اشارہ ہے کہ نفس امارہ کی نسبت یہ یقین نہیں کرنا چاہئے کہ اب وہ مضمحل ہو گیا ہے۔ کیونکہ بقول عرفی ؎ مخور غم گر ز بال پشۂ کمتر نہد خود را — کہ چوں فال خرابیہا زند پیل دماں بینی

اسے بگڑتے دیر نہیں لگتی اور فی الحقیقت نفس کو اس کی اندرونی شرارتوں سے روکنا آسان کام نہیں۔ مولوی معنوی فرماتے ہیں ؎ کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست — شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست

میانِ چار دیواری بخاکش کردم و از خوں — سر گورش (نفس امارہ) بہ بیند و دم چو تلقین کردم ایمانش

چار دیواری جسم سے مراد ہے +

[1] غالباً کسی کافر کا نام ہوگا چونکہ امیر مگس کو بھی یعسوب کہتے ہیں اس لئے لوگوں کو دھوکا ہوگیا کہ امیر مگس نے اسلام قبول کیا ہے۔ ۱۲ منہ

ترجمہ۔ جب میں نے اسے ایمان کی تلقین کی تو اس کو اپنے جسم کی چاردیواری میں دفن کر دیا اور اُس کی قبر کو خون سے لیپ دیا +

تشریح۔ تلقین ایمان سے جو محبت الہیٰ کا پہلا زینہ ہے نفس امارہ کی ہلاکت متصور ہے اور ایسی حالت میں گریۂ خون جو بوجہ جوشِ درد آنکھوں سے پھوٹ کر نکلتا ہے بجائے خون کے سمجھا گیا ہے۔ اور چونکہ جسم کو چاردیواری سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس لئے اگر سر گور سے چہرہ مراد لیں تو نہایت مناسب معلوم ہوتا ہے +

کہ گور کشتگاں باشد بخوں اندودہ بیروں سو ولیکن زاندروں باشد بمشک آلودہ رضوانش

رضوان۔ بالکسر۔ اس فرشتہ کا نام ہے جو دربان بہشت ہے اور رضا و خوشنودی کو بھی کہتے ہیں +

ترجمہ۔ میرا ایسا کرنا اس لئے تھا کہ شہیدوں کی قبریں باہر سے گو خون آلودہ ہوتی ہیں مگر رحمت الہیٰ اندر سے ان کو مشک آلودہ کر دیتی ہے +

خلاصہ۔ عاشق صادق کی حالت گو بظاہر خراب و خستہ ہوتی ہے۔ مگر اس کا دل رحمت باری سے باغ باغ ہوتا ہے +

بابائے شیراز فرماتے ہیں ؎ چو بیت المقدس دروں پر زتاب رہا کردہ دیوار بیروں خراب

نترسم زانکہ نبّاش طبیعت گور بشگافد کہ مہتاب شریعت را بشب کردم نگہبانش

نبّاش۔ وہ شخص جو رات کو قبر کھود کر مردے کا کفن اتار لے۔ نباشِ طبیعت۔ باضافت بیانی نفس امّارہ یا خواہش نفسانی سے مراد ہے۔ چاندنی میں اس خوف سے کہ کوئی دیکھ نہ لے نبّاش کفن اتارنے کی جرأت نہیں کر سکتا

ترجمہ۔ اب مجھے یہ ڈر نہیں کہ طبیعت کا نبّاش قبر کھود کر کفن اتار لیگا کیونکہ شریعت کے چاند کو میں نے رات کا چوکیدار مقرر کر دیا ہے +

خلاصہ۔ اب شریعت کی پابندی سے مجھے خواہش نفسانی کی بے ہنگام تازی کا کچھ خطرہ نہیں رہا +

زگور نفس گر بر رست خار الحمد للہ گو بیروں سو خار دیدستی دروں سو بیں گلستانش

از گور نفس خار رستن۔ نفس کی بے اعتباری اور ذلت سے مراد ہے۔

ترجمہ۔ اگر نفس کی قبر پر کانٹے اگیں یعنی اگر نفس (ریاضت سے) بے اعتبار و ذلیل ہو جائے تو خدا کا شکر بجالا کیونکہ گو باہر کی جانب کانٹے دکھائی دیتے ہیں۔ مگر اندر کی جانب رحمت الہیٰ کے پھول مہکتے ہیں (حدیث میں آیا ہے القبر روضۃٌ من ریاض الجنۃ)

مرا ہمت چو خورشید است شاہنشاہ زند اُستا کہ چرخش زیر ران است و سر عیسیٰ است بر رانش

ژند و استا۔ دین آتش پرستی کے احکام میں ایک کتاب ہے جس کی نسبت آتش پرستوں کا خیال ہے کہ وہ آسمانی کتاب ہے جو زردشت پیغمبر پر نازل ہوئی۔ یہ لفظ دراصل ژند اور استا سے مرکب ہے۔ ژند اصل

کتاب کا نام ہے اور استا اس کی شرح و تفسیر کو بولتے ہیں شاہنشاہ ژند واستا سے آفتاب مراد ہے اور ترکیب لغوی کے لحاظ سے خورشید کا بدل واقع ہؤا ہے +

ہر دو ضمیر شین کا مرجع ہمت ہے مگر شہنشاہ ژند واستا کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے۔ البتہ مآل ہر دو صورت میں ایک ہی ہے +

ژند میں آفتاب کی بہت عزت و عظمت کی گئی ہے چونکہ قبل از اسلام آتش پرستی کا مذہب ایران کے بڑے جلیل القدر سلاطین میں مروج تھا اور اس مذہب کے اصول کے مطابق آفتاب کو سلطان عالم مانا گیا ہے۔ اس لئے اس کو شاہنشاہ ژند واستا سے تعبیر کیا کرتے ہیں +

دستور تھا اور اب بھی نا تعلیم یافتہ اور بیوقوف امراء کے گروہ میں دیکھا جاتا ہے کہ آقا صاحب تو گھوڑے پر سوار ہیں اور غلام بیچارہ قنجوقہ پکڑے ساتھ ساتھ دوڑا چلا جاتا ہے۔ اس حالت میں غلام کا سر عموماً آقا کی ران کے ساتھ لگا رہتا ہے ۔ اس لئے سر عیسےٰ[1] است بر رانش سے عیسےٰ ؑ کا غلام قنجوقہ گیر ہونا مراد ہے۔ اور چرس ربیر ران است سے یہ مراد ہے کہ آسمان اس کا گھوڑا ہے۔ آفتاب چوتھے آسمان پر ہے اور عیسےٰ ؑ کا مقام بھی چوتھا آسمان ہے +

ترجمہ۔ میری ہمت آفتاب کی طرح شاہنشاہ ژند استا ہے کہ آسمان جس کا گھوڑا ہے اور عیسےٰ ؑ جس کے قنجوقہ گیر غلام ہیں +

خلاصہ۔ میں بڑا عالی ہمت ہوں این و آں پر دل نہیں لگاتا ؎

ہمت بلند دار کہ پیش خدا و خلق ۔۔۔ باشد بقدر ہمتِ تو اعتبار تو

سلیے خود ہمت درویش چوں خورشید مے باید ۔۔۔ کہ سامانش ہمہ شاہی است او فارغ ز سامانش

دوسرے سامانش کا ضمیر شین یا تو شاہی کی طرف راجع ہے یا شین بمعنے خود ہے +

ترجمہ۔ بیشک درویش کامل کو آفتاب کی طرح عالی ہمت ہونا چاہئے جس کو کسب شاہی سامان یعنی شاہی طمطراق حاصل ہے اور خود وہ سامان سے تہیدست ہے +

خلاصہ۔ حافظ شیراز کے ذیل کے دو شعر سمجھو۔ ؎

بر در میکدہ رنداں قلندر باشند ۔۔۔ کہ ستانند گدائی و دہند افسر شاہی

خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر پائے ۔۔۔ دستِ قدرت نگر و منصب صاحب جاہی

سلیمانے است ایں ہمت بملک خاص درویشی ۔۔۔ کہ گوس رب ہب لی میزند از پیش ایوانش

سلیمان ؑ نے جناب باری میں دعا کی تھی رب ہب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی اے خدا مجھے ایسی سلطنت

[1] اس فقرہ کی جو تاویل ہم نے کی ہے وہ کسی قدر تکلف پر مبنی ہے اور اگر اس سے صرف یہی مراد لی جائے کہ عیسےٰ جیسے پیغمبر بھی اس کی ران پر سر رکھے ہوئے آرام سے پڑے ہیں تو کیا حرج ہے۔ ۱۲ منہ

وہ کہ میرے بعد ویسی کسی کو نصیب نہ ہو) چنانچہ ان کی یہ دعا مقبول ہوئی جس سے وہ تمام کائنات پر حکمرانی کرتے تھے
بملک خاصِ درویشی میں لفظ خاص اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سوا درویش ہونے کے دولتِ ہمت نصیب نہیں ہوتی +

ترجمہ - عالی ہمتی مملکتِ درویشی میں وہ سلیمان ہے کہ جس کے محل کے سامنے (رب ھب لی) کا نقارہ بجایا جاتا ہے +

خلاصہ - درویشی وہ مزے کی سلطنت ہے کہ کوئی اور جاہ و اعزاز اس کا لگا نہیں کھا سکتا سعدی شیرازی کہتے ہیں

مگو جاہے از سلطنت بیش نیست — کہ ایمن تر از ملک درویش نیست

دو بت بینی جہان و جاں فتادہ در لگد کوبش — دو سگ یابی نیاز و آز بستہ پیش دربانش

لگدکوب - لات سے پچھاڑا ہوا مراد پائمال -

ترجمہ - جہان اور جان ایسے دو بت ہیں جو اس شہنشاہِ ہمت کے پائمال ہیں اور حرص اور اہل دنیا کی محتاجی دو ذلیل کتے ہیں جو اس کے دربان کے سامنے باہر بندھے رہتے ہیں +

خلاصہ - ان دو مصرعوں سے سمجھ لو - مصرع دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی - مصرع آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند

زہے خضر سکندر دل ہوا انگنت و خرد تاجش - خہے سرمست عاقل جاں بقا نزل و رضا خوانش

ہوا - حرص یا محبت اور دونو احتمال یہاں پیدا ہو سکتے ہیں - **بقا** سے مراد زندگی جاوید ہے **نزل** بالضم وہ ماحضر جو مہمان کے آگے رکھا جاتا ہے - **رضا** - اہل تصوف کی اصطلاح میں خیر و شر کو منجانب اللہ یقین کرکے اس پر دل سے خوش ہونے کو کہتے ہیں - رضا صبر سے اگلا درجہ ہے اور اس سے آگے تسلیم کا درجہ آتا ہے - دل سے مجازاً یہاں عزم مراد ہے +

ترجمہ - شہنشاہِ ہمت کی کیا بات ہے - جو خضر کی طرح زندہ جاوید اور سکندر کی طرح بلند عزم کہ جس نے ہوا و ہوس کو پائمال کر دیا ہے - یا (محبت الٰہی کے تخت پر جلوہ افروز ہے) اور دانش و حکمت کا تاج پہن رکھا ہے اور کیا خوب! کہ اگرچہ وہ نشے میں چور رہے مگر درحقیقت اس کی روح انوار معرفت سے معمور رہے کہ جس کی مہمانی کا نزل زندگی جاوید ہے اور جو رضا کے دسترخوان پر بیٹھا مزے لے رہا ہے +

دو خازن فکر و الہامش دو حارس شرع و توفیقش — دو ذمی نفس و آمالش دو رسمی چرخ و کیوانش

الہام - کوئی واقعہ خیر یا شر جو خدا کی طرف سے دل میں ڈالا جاتا ہے - **حارس** - پاسبان - محافظ کو بولتے ہیں
ذمی - ذمہ بمعنی عہد و پیمان کی طرف منسوب ہے اس غیر مسلم شخص کو بولتے ہیں جو بادشاہ اسلام کے ملک میں پناہ گزین ہو جس کو معاملات معاشرت میں اسلامی شریعت کا تابع ہو کر رہنا پڑتا ہے اور بطور معاوضہ حفظ

جان و مال صرف اُسے بیت المال میں مختصر سا سالانہ ٹیکس داخل کرنا ہوتا ہے چنانچہ ایسا شخص تمام مختلف قسم کے ملکی نزائف کے بوجھ سے سبکدوش کیا جاتا ہے۔ **آمال** اَمَل کی جمع ہے جس کے معنی امید کے ہیں۔ **رسمی** نوکر اور خراج گذار کو بولتے ہیں +

ترجمہ۔ فکر صحیح اور الہام اس شہنشاہ ہمت کے دو خزانچی ہیں (جو اسرار معرفت کے بیش بہا جواہر خزانہ میں رکھتے ہیں) اور قانون شریعت اور توفیق اعمال حسنہ اس کے دو پاسبان ہیں (جو رہزنوں اور چوروں یعنی نفس و شیطان سے اس کے خزانہ معرفت کو بچاتے ہیں) (اسی طرح) نفس امارہ اور طول اَمل دو ایسے غیر مسلم ہیں جو اس کے ملک میں مطیع ہو کر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور آسمان و زحل اُس کے دو پیشکار یا خراج گذار ہیں جن سے وہ خدمت طلب کرتا ہے +

خلاصہ کے لئے اس شعر میں غور کرو ؎ بندۂ بندۂ[ا] خود تا نشوی حاضر باش زانکہ دنیاست ترا بندہ و تو سلطانی

نہ چوں جیپال ہند از جور تختی کردہ طاغوتش نہ چوں خاقان چیں از ظلم تاجی کردہ طغیانش

جیپال۔ یہ وہی مہاراج ہیں جو محمود غزنوی کے مقابلہ پر آئے تھے۔ **تختی و تاجی** ہر دو میں یائے مصدری ہے۔ **طاغوت**۔ ایک بت کا نام ہے اور نیز ایک دیو کا بھی نام لکھا ہے۔ شیطان اور نفس امّارہ پر بھی اس کا اطلاق کرتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں انہیں معنوں میں مستعمل ہؤا ہے۔ حیث قال فمن یکفر بالطاغوت **طغیان** سرکشی اور حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں۔ جے پال اور خاقان کی قید صرف اتفاقی ہے جس سے مراد دنیا کی جابر حاکم ہیں +

ترجمہ۔ وہ شہنشاہ ہمت راجہ جیپال کی طرح نہیں ہے کہ ہوائے نفس کے تخت پر جلوہ افروز ہو اور نہ خاقانِ چین کی طرح کہ ستمگاری کا تاج اپنے سر پر رکھے +

خلاصہ۔ شہنشاہ ہمت کی سلطنت دنیا کے بڑے بڑے جابر حاکموں کی سی سلطنت نہیں ہے۔ کہ شیطان یا نفس امارہ کا مغلوب ہو کر ظلم و ستم کرنے لگے +

ز بہر مطبخ تسلیم ہمہ تخت جیپالش برائے مرکب اخلاص نعل از تاج خاقانش

مطبخ۔ عربی میں اسم ظرف کا صیغہ ہے کھانا پکانے کا مکان یعنی باورچیخانہ۔ **تسلیم** اصطلاحاً تن بتقدیر ہونے کو کہتے ہیں۔ **ہیمہ**۔ ایندھن۔ **مرکب** مطلق سواری کو بولتے ہیں۔ **اخلاص** اپنے عمل کو کسی غرض نفسانی سے پاک کرکے محض اللہ ہی کی نیت سے اُس کو کرنا۔ پہلے مصرع میں ضمیر شین تسلیم کا مضاف الیہ ہے اور دوسرے میں اخلاص کا +

[ا] پہلے مصرع کا حاصل۔ دیکھ کہیں اپنے غلام کا غلام نہ بن جانا۔ یعنی بندہ دنیا نہ ہو ناکیونکہ الخ ۱۲ منہ

ترجمہ - اس شہنشاہ ہمت کے مطبخ میں تخت جیپال ایندھن کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے اخلاص کے گھوڑے کو تاج خاقان کی نعل لگائی جاتی ہے +

خلاصہ - تسلیم واخلاص کی دولت حاصل ہونے سے سلاطین دنیا کے اسباب حشمت وزینت اُس کے سامنے بالکل ہیچ ہیں +

چو در میدان آزادی سواری آرزو کردے   سر آمال بودے گوئے پائے عقل چوگانش

ماضی تمنا کو ماضی استمرار کی جگہ اور برعکس استعمال کر لیا کرتے ہیں - پہلی مثال سعدی فرماتے ہیں ؎

بدیدار شیخ آمدے گاہ گاہ   نکردے خدا دوست در روے نگاہ - یعنی مے آمد و نمے کرد +

دوسری مثال کسی استاد کا شعر ہے ؎ آنکہ دائم ہوسِ سوختنِ ما مے کرد - کاش مے آمد و امروز تماشا مے کرد - یعنی کاش آمدے و تماشا کردے - اسی طرح اس شعر میں کردے و بودے بمعنے میکرد و مے بود کے مستعمل ہوئے ہیں - شاعر شہنشاہ ہمت کی سواری باہر نکلنے کا ذکر ایسے طور پر کرتا ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کسی گذشتہ چشم دید واقعہ کو بیان کر رہا ہے - اس طرز اداے مضمون میں ایک ذوقی خوبی مضمر ہے +

ترجمہ - وہ شہنشاہ ہمت جب میدان آزادی میں سوار ہو کر نکلنا چاہتا تھا تو ہوس کا سر اس کا گیند اور عقل کا پاؤں اس کی چوگان بن جاتا تھا +

خلاصہ - شہنشاہ ہمت کا یہ معمول تھا کہ وہ مدتوں اپنی عقل کے زور سے ہوا و ہوس کو مغلوب کرتا رہا ہے +

دلم قصر مشبک داشت ہمچون خان زنبوراں   بروں سادہ در و بام و دروں نعمت فراوانش

مُشبک - ایسی چیز کو بولتے ہیں جو سوراخ سوراخ ہو مثلاً کسی عمارت کے کٹہرے کا پنجرہ - صیاد کا جال وغیرہ بڑی بڑی عمارتوں میں عموماً ایسے جھروکے دیکھے جاتے ہیں جو جالیدار کہلاتے ہیں +

دل کا کوئی علیحدہ قصر مشبک نہیں بلکہ اعتباری طور پر دل ہی سے مراد ہے اور اس کے مشبک ہونے سے اس امر کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ خار محبت کی کثرت خلش سے چھد گیا ہے - مولوی جامی ایک مقام پر جناب رسالت مآب کے حضور میں اشتیاق عرض کرتے ہیں - ؎

بگرد روضہ ات گشتیم گستاخ   دلم چوں پنجرہ سوراخ سوراخ

خانِ زنبوراں - بھڑوں کا چھتہ - داشت گو فعل ماضی ہے مگر بمعنے حال استعمال ہوا ہے - علم بلاغت کے جاننے والے اس کی وجہ جانتے ہیں +

ترجمہ - میرا دل بھڑوں کے چھتہ کی طرح ایک جالیدار محل ہے جس کے دروازے اور منڈیریں تو بالکل سادہ ہیں اور اندر بہت ساماں و دولت (شہد) بھر رکھا ہے +

نہ خانِ عنکبوت آسا سراپردہ زدہ بیروں　　دروں ویرانہ و برخوان مگس یا بند بریانش

عنکبوت - مکڑی - آسا کلمۂ تشبیہ ہے - بریان کی قید صرف اتفاقی ہے +

ترجمہ - برخلاف مکڑی کے کہ جس نے باہر تو بڑی شان وشوکت سے خیمہ لگا یا ہوتا ہے مگر اندر سے بالکل جنگل یعنی بے رونق کہ جس کے دسترخوان پر سوائے مکھیوں کے اور کچھ نہیں ہوتا +

نہ چوں ماہی دروں صفر و بیروں از درم گنجش　　کہ بیروں چوں صدف عور و دروں ز گہر کانش

صفر - خالی - درم سے فلوس ماہی مراد ہیں یعنی وہ درم کی شکل کے سفید چھلکے جو اس کے جسم پر ہوتے ہیں عور بالضم - برہنہ - دوسرے مصرع کے شروع میں حرف **کاف** مبالغہ کے لئے ہے جس کے معنے **بل** کے ہیں

ترجمہ - نیز برخلاف مچھلی کے جس کے پاس باہر کی جانب تو گنج درم ہوتا ہے اور اندر کچھ بھی نہیں ہوتا - بلکہ میرا دل تو صدف کی طرح ہے جو باہر سے برہنہ (کم مایہ) نظر آتا ہے اور اس کے اندر موتیوں کی کان ہوتی ہے +

خلاصہ - اوپر کے تینوں شعروں کا حاصل یہ ہے کہ گو میرے دل کی حالت بظاہر خستہ و خراب ہے مگر باطن معرفت باری سے مالا مال ہے +

پیر رفتم پیش شاہنشاہِ ہمت تا زمین بوسم　　اشارت کرد دولت را کہ بالا خوان و بنشانش

ترجمہ - میں شہنشاہِ ہمت کے حضور میں بغرض آستان بوسی حاضر ہوا تو اس نے دولت کو حکم دیا کہ اسے اوپر بلا کر (عزت سے بٹھاؤ) +

ہوا می‌خواست تا در صفِ بالا ہمسری جوید　　گرفتم دست وا فگندم بصف پائے ماچانش

ہوا - ہوس دنیا - **پائے ماچان** - صوفیوں کی اصطلاح میں جوتا اتارنے کی جگہ کو بولتے ہیں - ان لوگوں میں رسم ہے کہ اگر کوئی مرید کسی جرم کا مرتکب ہو تو اس کو پیر و مرشد حکم دیتا ہے کہ کان پکڑے - جوتا اتارنے کی جگہ ایک پاؤں کے بل کھڑے رہو جب پیر صاحب جرم معاف کریں تو بیچارے کی سختی معاف ہوتی ہے +

ترجمہ - ہوس بھی چاہتی تھی کہ خاقانی کے ساتھ اگلی صف میں جا بیٹھوں مگر میں نے اسے ہاتھ پکڑ کر صف نعال میں بڑی ذلت کے ساتھ گرا دیا اور کہا کہ پیچھے ہٹ +

خلاصہ - ہوسباز کو شہنشاہ ہمت کے دربار میں دخل نہیں ہوسکتا +

بخوانِ سلوتم بنشاند خود حاجت نبود آنجا　　کہ اشکم خوش نمک بود و رخ زرّیں نمکدانش

سلوت - تسلی - اطمینان - ایمنی - **خوش نمک** وہ کھانا جس میں نمک درست استعمال کیا گیا ہو - نمکدان مشہور ہے - **رُخ زرّیں** - چہرہ زرد سے مراد ہے +

واضح ہو کہ آنسو نمکین ہوا کرتے ہیں +

ترجمہ - دولت نے شہنشاہ ہمت کے حکم سے مجھے (بڑی عزت کے ساتھ) اطمینانِ قلب کے دسترخوان پر بٹھا دیا۔ وہاں مجھے کھانا کھانے کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ میرے آنسو بجائے ایک لذیذ کھانے کے تھے اور رُخ زرّیں (چہرہ زرد) نمکدان کا کام دیتا تھا +

تشریح - اطمینان قلب اہل دل کی اصطلاح میں جمعیت خاطر مع استغنا کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید کہتا ہے ۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب (دیکھو اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے ۔ اہل دنیا کو یہ دولت نصیب نہیں ہوتی ۔ اسی لئے مختلف قسم کے تفکرات ہر وقت اُن کے دلوں کو پریشان کرتے رہتے ہیں +

بدستم دوستگانی داد جامِ خاصِ خورسندی　　　که خاک جرعه چیں شد خضر و جرعه آبِ حیوانش

دوستگانی - اپنی باری کا جام شراب ازراہِ محبت دوسرے کو دینا۔ جام خاص خورسندی دوستگانی کا بدل واقع ہؤا ہے - خاک جرعہ چیں - بزم شراب میں جب دور چلنے لگتا ہے تو آداب بزم میں داخل ہے کہ پینے سے پہلے کسی دوست کی یاد پر چند قطرات زمین پر گراتے ہیں۔ چنانچہ حافظ شیراز فرماتے ہیں ۔ ؎

اگر شراب خوری جرعہ فشاں بر خاک　　　ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک

داغ دہلوی اسی مضمون کو لے کر قاضی صاحب کی مٹی پلید کرتے ہیں ؎

ساقی نہ ترکِ رسم ہو شرب مدام کی　　　پہلے چھڑک زمین پہ قاضی کے نام کی

خورسندی - خدا کی طرف سے جو کچھ سر پر آئے اُس کو خوشی سے قبول کرنا۔ قناعت کو بھی کہتے ہیں +

ترجمہ - اُس نے رضا یا قناعت کا لبالب جام ازراہ محبت مجھے دیا (جس کے رشک سے) خضر بھی اس جگہ کی مٹی بن گیا جس پر شراب کے قطرے ٹپکاتے ہیں اور آب حیات اس جام کے مقابلہ میں ایک گھونٹ کا حکم رکھتا تھا۔ یا یہ کہ اس بزم میں خاک جرعہ خوار خضر ہو گئی جس کا جرعہ (یعنی وہ قطرات جو ٹپکائے گئے) ایک چشمہ آب حیات تھا +

کسے کایں نزل و منزل دید ممکن نیست تحویلش　　　کسے کایں نقل و مجلس یافت حاجت نیست نقلانش

منزل - یہاں وہ جگہ مراد ہے جہاں مہمان کو اتارا جاتا ہے - نُقل - بالفتح و بالضم جو چیز شراب پینے کے بعد ذائقہ بدلنے کے لئے کھائی جاتی ہے۔ نقلان - بمعنے نقل لیا گیا ہے - مگر لغت میں نہیں لکھا - تحویل - پھیرنا +

ترجمہ - جس شخص نے یہ مہمانی اور منزل دیکھ لی ممکن نہیں کہ وہ اپنے تئیں وہاں سے واپس لائے اور جس نے یہ نُقل اور چاریاری حاصل کر لی اُس کو کہیں نقل مکانی کی حاجت نہیں +

خلاصہ - یہ کہ جو وہاں گیا وہاں کا ہولیا +

اس شعر کی یوں بھی تقریر ہو سکتی ہے جو خالی از تکلف نہیں +

کہ جو شخص شہنشاہ ہمت کی مجلس میں باریاب ہؤا وہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گیا پھر کسی نئی موت کی (کیونکہ موت بھی صرف نقل مکانی کا نام ہے) اس کو انتظار نہیں رہتی۔ اس صورت میں تحویل و نقلان سے بذریعہ موت نقل مکانی کرنا مراد لیا جائیگا +

مراچوں دعوتِ عیسےٰ است عیدے ہر زماں در دل — ولم قربانِ عیدِ فقر و گنجِ گاؤ قربانش

دعوتِ عیسےٰ۔ سرعت اجابت دعا سے مراد لیا کرتے ہیں۔ **دعوت**۔ دعا کا مترادف ہے۔ لوگوں نے عیسےٰ ؑ سے استدعا کی تھی کہ خدا سے ہمارے لئے آسمان سے دسترخوان منگاؤ تو ہم ایمان لاتے ہیں چنانچہ عیسےٰ ؑ کی دعاء منظور ہوئی اور ایک دسترخوان نازل ہؤا جس میں مچھلی۔ ساگ۔ چپاتی وغیرہ چیزیں تھیں۔ اس معجزے کا ذکر قرآن مجید میں آچکا ہے۔ حیث تعالےٰ ربنا انزل علینا مائدۃ من السماء تکون لنا عیدا لاولنا و آخرنا

گنج گاؤ۔ جمشید کے خزانے کا نام ہے جو بہرام کے زمانے میں اس طرح ظاہر ہؤا کہ ایک کسان اپنے کھیت کو پانی دے رہا تھا اس کھیت میں ایک سوراخ تھا جس میں تمام پانی غرق ہوتا جاتا تھا۔ اُس نے بہرام کو خبر دی۔ بہرام کے حکم سے وہ جگہ کھودی گئی تو وہاں سے ایک عمارت برآمد ہوئی جس میں سونے کی گائیں پائی گئیں۔ معہذا مختلف قسم کے وحوش وطیور وغیرہ کے طلائی بت بھی تھے۔ بہرام نے وہ سارا خزانہ غربا ومساکین کو بانٹ دیا۔ **قُربان** یا قربانی۔ وہ جانور جو عید اضحےٰ پر اللہ کی راہ میں ذبح کیا جاتا ہے +

الفاظ عید۔ قربان۔ گاؤ منجملہ تناسب شعری ہیں +

قربانش میں ضمیر شین قربان اول کی طرف راجع ہے اور دل کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے۔ مآل ایک ہی ہوگا +

ترجمہ۔ میرے دل میں ہر وقت اُس عید کی سی خوشی موجود رہتی ہے جو عیسےٰ ؑ کی قبولیت دعا پر ان لوگوں کو مدنظر تھی جنہوں نے ان سے آسمانی مائدہ کی خواہش کی تھی اور میرا دل عیدِ فقر کی قربانی ہے۔ جس کی گنج گاؤ قربانی ہے +

توضیح۔ شاعر کہتا ہے کہ دولت فقر کی وجہ سے نہایت اعلےٰ درجہ کی خوشی میرے دل میں بھری رہتی ہے گویا فقر (جس کی نسبت پیغمبر صلعم فرماتے ہیں "الفقر فخری") اس کے لئے عید ہے اور اس عید کے نصیب ہونے پر اپنے دل کو اس نے قربانی بنا دیا ہے اور یہ قربانی بجائے خود ایسی قدر و قیمت والی ہے کہ گنج گاوی اس پر قربان کیا جا سکتا ہے +

مرا دل گفت گنج فقر داری در جہاں منگر — نعیم مصر دیدہ کس چہ باید قحط کنعانش

ترجمہ۔ اے رب ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل کر جو ہمارے اور آنے والوں کے لئے عید بن جائے۔ ۱۲ منہ

قحط کنعان - یوسف ؑ جب عزیز مصر ہوئے تو کنعان میں سخت قحط پڑا انھاں ان کے بھائی کنعان علاقہ شام سے غلہ خریدنے کے واسطے مصر پہنچے تھے - نعیم مصر دیدہ کس - یعنی کسیکہ نعیم مصر دیدہ باشد - مراد حضرت یوسف ؑ سے ہے +

ترجمہ - دل نے مجھے کہا کہ تجھے دولتِ فقر حاصل ہے - دنیا اور مافیہا کو آنکھ اُٹھا کر مت دیکھ جو شخص مصر کی ناز و نعمت دیکھا ہو اُسے قحط کنعان کا ڈر کیا ہے +

تشریح - قحط کنعان دنیا کے رنج و محنت سے کنایہ ہے جس میں اہل دنیا اکثر مبتلا رہتے ہیں اور نعیم مصر سے دولتِ فقر مراد ہے جس کے حاصل ہونے پر اہل اللہ اس رنج و محنت سے آزاد ہو جاتے ہیں +

بُنِ داماں شبستاں کن بشرط آنکہ ہر روزے   بساطے سازی از رخسار و جاروبے ز مژگانش

شبستان - رات کے سونے کا مکان - بُنِ داماں اسفل داماں کو بولتے ہیں اور بُنِ داماں شبستاں کردن سے مراقبہ مراد ہے جس کا ذکر شروع قصیدہ میں گذر چکا ہے - اس کے معنے فرش زمین کو خوابگاہ بنا لینے کے بھی ہیں - رخسار کو بساط بنانے سے چہرہ کو خاک آلودہ کرنا مراد ہے - اسی طرح مژگان کو جاروب بنانے سے بدرجہ غائت اظہار تضرع و انکسار مقصود ہے ہر روزے بمحاورۂ ہر شب مراد ہے +

ترجمہ - اپنے دامن کے پاؤں میں رات بسر کر دے یعنی مراقبہ میں پڑا رہ بشرطیکہ تو ہر رات اپنے رخسار کو فرش اور مژگان کو جاروب بنا دے +

خلاصہ - تمام رات مراقبے میں پڑا گڑگڑاتا رہ +

چو بردند اسپ عمرت را عوانانِ فلک سُخرہ   چہ جوئی زیں علف خانہ کہ قحط افتاد در خانش

عوان - دراصل بتشدید واؤ ہے شاعر نے ضرورۃً مخفف استعمال کیا ہے اس کے معنے ہیں ظالم - شاہی پیادہ - سخت گیر آدمی - سُخرہ - بیگار - کار بے مُزد - عوانانِ فلک سے کواکب مراد ہیں جن کی تاثیر سے حوادث کا ظہور پذیر ہونا متعلق سمجھا گیا ہے - علف خانہ - دنیا - عالم کون و فساد سے کنایہ ہے - خان - گھر - کاروانسرا - عموماً کاروانسرا کے متعلق ایک علف خانہ ہوتا ہے جہاں سے گھوڑے ٹٹو کے لئے چارہ لیا جاتا ہے +

ترجمہ - جب آسمان کے شاہی پیادے (انجم) تیری عمر کے گھوڑے کو بیگار میں پکڑ لیگئے تو پھر تو اس علفخانہ میں کیا ڈھونڈتا ہے جس کے کاروانسرا میں خود قحط پڑا ہے +

خلاصہ - جب تیری عمر مفت ضائع ہو گئی تو اب تجھے دنیا سے کسی چیز کی توقع نہیں ہو سکتی +

نیابی جو خورے را کہ دوراں سوخت بنگاہش   نہ بینی نان تنورے را کہ طوفاں کرد ویرانش

خنور۔ظرف۔کاسہ۔مطبخ۔مٹی کا ایک خاص قسم کا بڑا انبان جو مدور یا مربع ہوتا ہے اور جس میں دیہاتی لوگ غلہ بھرتے ہیں۔پنجابی (بھڑولا یا کوٹھی) +

بُنگاہ۔خیل خانہ۔منزل۔مکان۔وہ جگہ جہاں نقد وجنس وغیرہ رکھتے ہیں۔دوسرے مصرع میں طوفان نوح عم کی طرف اشارہ ہے جس کا پانی پہلے پہل ایک تنور سے پھوٹا تھا فار التنور اور پہلے مصرع میں طوفان آتش کی طرف اشارہ ہے جو لوط ع کی قوم پر نازل ہوا تھا۔اور جس نے سب کچھ جلا دیا +

ترجمہ۔تو اس کوٹھی میں ایک جو تک بھی نہ پائیگا کہ جس کے نقد وجنس رکھنے کے مکان کو زمانے نے بالکل جلا دیا ہے۔اور اس تنور میں تجھے روٹی تک نہ ملیگی جسے طوفان نے بالکل ویران کر دیا ہے +

خلاصہ۔دنیا ایک اجڑا دیار ہے جہاں کسی قسم کی منفعت کی امید نہیں ہو سکتی +

بدیدی جو بجو گیتی ندارد جو درین خرمن — مخر چون ترک جو گفتی بیک جو نان دہقانش

خرمن۔خر اور من سے مرکب ہے۔خر بمعنے بزرگ اور من بمعنے تودہ یعنی بڑا تودہ۔جو بجو۔ذرہ ذرہ۔دہقان معرب ہے دہگان کا جو دہ اور گان کلمۂ نسبت سے مرکب ہے +

ترجمہ۔تو نے دنیا کو خوب دیکھ بھال لیا۔اس کے خرمن میں ایک جو بھی نہیں ہے۔پس جب کہ تو اُس کو ترک کر چکا ہے تو اس کے دہقان (امیر دہ) کی روٹی ایک جو کے بدلے بھی مت خرید +

خلاصہ۔اہل دنیا کی احتیاج سے نفرت دلانا مقصود ہے۔اسی خیال کو کسی قدر ردبدل کر غنی کشمیری کہتا ہے ؎

گلِ آمیزش منعم مداں جز داغِ محرومی — نسازد آب دریا سبز ہرگز خار ماہی را

چو صرع آمیخت با عقلے نہ سر ماند نہ دستارش — چو دزد افتاد در بارے نہ خر ماند نہ پالانش

صرع۔زمین پر پچھاڑنا۔ایک مرض کا نام بھی ہے۔جسے مرگی کہتے ہیں۔دوسرے مصرع میں نماند بمعنے نگذارد زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔سر و دستار نہ ماندن۔بیہوش و از خود رفتہ ہونے سے مراد ہے حافظ شیراز کہتے ہیں ؎ ازاں افیوں کہ ساقی در مے افگند حریفاں را نہ سر ماند و نہ دستار

ترجمہ۔جب عقل کے ساتھ صرع مل جایا کرتی ہے تو پھر ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے اور جب چور مال و اسباب پر آپڑتا ہے تو وہ نہ گدھا چھوڑا کرتا ہے نہ گدھے کا پالان +

خلاصہ۔جب نفس امارہ یا ہوس غالب آجاتی ہے تو انسان کے قواء عقلیہ مغلوب ہو جاتے ہیں +

فلک ہم تنگ چشمے داں کہ بر خوان فرخ مہماں را — ز روز و شب دو سگ بست است و خوان سالار دورانش

تنگ چشم۔بخیل۔ممسک۔انگنج کو بولتے ہیں۔را بمعنے برائے ہے۔خوانسالار۔بکاول۔سفرچی

---

[1] خلاف قیاس اجحل اور انجلی افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔۱۲ منہ

طباخ کو بولتے ہیں +

ترجمہ۔ آسمان بھی ایک مردِ بخیل ہے جس نے مہمانوں کو اپنے ہاں آنے سے روکنے کے لئے دن اور رات کو دسترخوان کے پاس بجائے دو کتوں کے باندھ رکھا ہے اور زمانہ کو سفرچی بنایا ہوا ہے +

خلاصہ۔ اسی کے قریب قریب عرفی شیرازی کہتا ہے ؎

کفن بیاور و تابوت و جامہ نیلی کن　　　　که روزگار طبیب است و عافیت بیمار

نترسی زیں سگِ ابلق که درنده است پیش از تو　　　　بسے شیران دندان خاے پے کرد است دندانش

سگِ ابلق۔ باعتبار دن کی سفیدی اور رات کی سیاہی کے زمانہ سے مراد ہے دندان خاے اسم فاعل سماعی کا صیغہ ہے جس کے معنے خشمناک۔ غضب آلودہ کے ہیں۔ پے کردن۔ ایڑی کے اوپر کی جانب کی رگوں اور پٹھوں کو تلوار سے کاٹ ڈالنا جس سے چلنے پھرنے کی قابلیت جاتی رہے۔ اس کے معنے عاجز کرنے کے بھی ہیں +

ترجمہ۔ کیا تو اس پہاڑ کھانے والے سگِ ابلق (زمانہ) سے نہیں ڈرتا جس کے دانتوں نے تجھ سے پہلے بیشمار غضبناک بہادروں کو عاجز کر دیا ہے یا ان کی کوچیں کاٹ ڈالی ہیں +

خلاصہ ؎　مکن تکیہ بر ملک دنیا و پشت　　　　که بسیار کس چون تو پرورد و کشت

بچرخِ گندناگون بر دو ناں بینی و یک خوشه　　　　که یک دیگ ترا گشنیز ناید زان دو تا نانش

گندنا۔ پیاز سے ملتی جلتی ایک قسم کی سبزی ہے جو اکثر گیہوں کے کھیت میں ہوتے ہیں پنجابی (رپوگھاٹ) چرخ گندناگوں بہ ترکیب توصیفی بمعنے چرخ نیلی اور بر زائد ہے۔ دو ناں کنایہ ہے آفتاب و ماہتاب سے۔ خوشہ سے برج سنبلہ یا خوشہ پرویں مراد ہے۔ گشنیز۔ ہندی دھنیا +

ترجمہ۔ چرخ نیلی پر تو دو گردہ نان اور ایک خوشہ پڑا پاتا ہے (مگر) ان دو گردہ نان سے تجھے اپنی ہانڈی کے لئے گشنیز بھی حاصل نہیں ہوگا +

تشریح۔ شروت و افلاس اور دیگر حوادث کو اجرام فلکی کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں اسی لئے شاعر کہتا ہے کہ تو ان اجرام سے خفیف اور مختصر سا فائدہ بھی نہیں اٹھا سکیگا +

بریں ناں ریزه ہا منگر که شب دارد بدیں سفره　　　　که از دریوزهٔ عیسےٰ است خشکارے در انبانش

ناں ریزہا۔ بقلب اضافت بمعنے ریزہ ہاے نان مراد از سیارگاں۔ خشکار۔ ان چھنا آٹا خشک اور آر مخفف آرد سے مرکب ہے + انبان۔ فقیروں کی زنبیل۔ مشکیزہ وغیرہ۔ ضمیر شین۔ عیسےٰ کی طرف راجع ہے۔ سُفرہ۔ دراصل بالضم ہے۔ مگر بوجہ کراہت بالفتح پڑھ دیا کرتے ہیں +

ترجمہ - ان چھوٹے چھوٹے ریزوں (ستاروں) کو جو رات اس دسترخوان (سطح آسمان) پر رکھتی ہے (طمع کی نگاہ سے) مت دیکھ کیونکہ تو عیسیٰ کی گدیہ گری سے تھوڑا سا ان چھنا آٹا ہے جو ان کی زنبیل میں پڑا ہے +

خلاصہ - پچھلے اور اس شعر کا حاصل یہ ہے کہ اجرام فلکی تیرے حق میں کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان سے کچھ امید نہیں رکھنی چاہیئے +

نماز مردہ کن بر حرص لیکن چوں وضو سازی — کہ بے آبی است عالم را و در حیض اند سکانش

نماز مردہ - نماز جنازہ - حیض - عورت کے ایام عذر سے مراد ہے جن میں نماز پنجگانہ کا ادا کرنا اس سے شرعاً ساقط ہو جاتا ہے - شاعر نے تمام اہل دنیا کو عورتیں تسلیم کرکے انہیں معذور قرار دیا ہے +

ترجمہ - ہوا و ہوس پر نماز جنازہ پڑھ دے (بالکل ترک کر دے) لیکن میں (حیران ہوں) کہ تو کس طرح وضو کر سکے گا کیونکہ دنیا میں پانی نہیں ملتا اور اہل دنیا ایام عذر میں ہیں +

توضیح - شاعر نے مخاطب کو حرص پر نماز جنازہ ادا کرنے سے دو طرح پر معذور قرار دیا ہے کہ اول تو دنیا میں پانی نہیں ملتا جس سے تو وضو کر سکے - دوم یہ کہ اہل عالم ایام عذر کی حالت میں ہیں پس اے مخاطب تیرے لئے حرص کی نماز جنازہ ادا کرنا سخت مشکل ہے - خلاصہ یہ ہے کہ تو حرص کو کیسے چھوڑ سکتا ہے کیونکہ اول تو تجھے شریعت (جو دل کو پاک کرتی ہے) حاصل نہیں اس پر دوسرا مانع یہ ہے کہ تو دنیا کی مختلف قسم کی آلائشوں سے آلودہ ہے اور تمام اہل دنیا کا یہی حال ہے - اس لئے طہارت باطنی کے لئے تو کسی غیر سے بھی استمداد نہیں کر سکتا - بھلا ایسی حالت میں تجھ سے ہوا و ہوس کا چھوڑنا کیسے امید کیا جا سکتا ہے +

دگر گوئم تیمم کن بجا کے چوں کنی کاینجا — بخون کشتگاں آلودہ شد خاک بیابانش

تیمم کے لغوی معنے قصد کرنے کے ہیں مگر اصطلاح فقہ میں اس سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ جب خاص خاص حالات میں پانی سے وضو نہ کیا جا سکے یا پانی میسر نہ ہو تو منہ اور ہاتھ پر ہاتھوں کو پاک مٹی سے آلودہ کرکے بطریق مقرر پھیر لیتے ہیں یہ عمل وضو کے قائمقام سمجھا جاتا ہے - فقیہوں نے ایسی مٹی کے لئے کئی شرائط مقرر کئے ہیں - جس سے تیمم کیا جا سکتا ہے - چنانچہ اس مٹی سے جس کا شاعر نے ذکر کیا ہے تیمم درست نہیں قرآن مجید میں آیا ہے

ترجمہ - اور اگر میں تجھے یہ کہوں کہ مٹی سے تیمم کرلے تو یہ بھی ممکن نہیں کیونکہ جنگل کی مٹی کشتوں کے خون سے آلودہ ہے (جس سے تیمم درست نہیں)

خلاصہ - تمام اہل دنیا خبیث ہیں یعنی خباثت ہوائے ہوس سے آلودہ ہیں اس لئے اسباب طہارت باطنی بالکل مفقود ہیں ؎

اہل دنیا چہ کہین و چہ مہین — لعنت اللہ علیہم اجمعین

نہادِ تن پرستاں را گلِ خنداں گلخن داں ‍ ‍ ‍ ‍ درُوں سوخُبث و ناپاکی بروں سود دُرّو مرجانش

گلخن - گل بمعنے اخگر و خن مخفف خانہ سے مرکب ہے جس کے معنی بھٹی کے ہیں - مجازاً کوڑا کرکٹ ڈالنے کی جگہ کو بھی بولتے ہیں - یہاں یہی معنے مراد ہیں - **مرجان** سے سُرخ پھول اور دُرّ سے قطرات شبنم مراد ہیں +

گل خنداں اور گلخنداں میں صنعت تجنیس مرکب ہے +

ترجمہ - تن پرستوں کے جسم کو کوڑی کا شگفتہ پھول سمجھنا چاہئے کہ جس کے اندر تو (بلحاظ اصل کے) پلیدی ہوتی ہے اور باہر دُر و مرجان نظر آتے ہیں +

خلاصہ - یعنی تن پرور لوگ گو بظاہر خوبصورت اور آراستہ ہوتے ہیں - مگر اُن کی روح ہوس دنیا سے ناپاک ہوتی ہے +

سگانِ آز را عید است چوں میرِ تو خواں سازد ‍ ‍ ‍ ‍ تو شیری روزہ میدار و مبیں در سبع الوانش

سگان آز - اُن اہل دنیا سے مراد ہے جو حاشی و خدام کہلاتے ہیں - **سبع الوان** - سبع ہفت - (۷) **الوان** جمع لون بمعنے رنگ - پھر سبع الوان سے مختلف قسم کے کھانے مراد ہیں - میرِ تو میں اضافت بادنےٰ ملابست ہے جس سے شہر کا حاکم یا بادشاہ مراد ہے +

ترجمہ - جب امیر یا بادشاہ مختلف قسم کے کھانوں سے دستر خوان کو ترتیب دیتا ہے - تو حواشی و خدام حرص و طمع کی وجہ سے خوشی مناتے ہیں مگر تُو تو شیر (عارف) ہے اس لئے (نفس کو مغلوب کرکے) روزہ اختیار کر اور اُس کے مختلف لذیذ کھانوں کی طرف مت دیکھ +

نعیم پاک بستاند چو گرد آلودہ بسپارد ‍ ‍ ‍ ‍ نہ شرم از آبدست آید نہ ننگ از آبدستانش

آبدست - استنجا کرنا - وضو کرنا - **آبدستان** - آفتابہ - لُٹیا - نعیم پاک سے مراد نورِ ایمان ہے - اور گرد آلودہ سے لقمہ حرام یا مکروہ جو خلاف مقتضائے شریعت حاصل کیا جاتا ہے +

ترجمہ - بادشاہ یا امیر گرد آلودہ لقمہ (حرام یا مشتبہ) تیرے حوالے کرتا ہے اور تجھ سے نعیم پاک (نور ایمان) لے لیتا ہے اور اُسے نہ تو آبدست سے شرم آتی ہے اور نہ آبدستان سے +

تشریح - کھانا کھانے سے پہلے اور پیچھے ہاتھ دھوئے جاتے ہیں تاکہ پاک و صاف ہو جائیں شاعر کا یہ مقصود ہے کہ جب کھانا ہی وجہ حرام سے کھایا گیا ہے تو آبدست سے کیا فائدہ اور اسی لئے کہتا ہے کہ وہ پاک و صاف ہونے کے لئے ہاتھ تو دھوتا ہے اور بظاہر ستھرا بنتا ہے مگر اُسے شرم نہیں آتی +

دریغا کاش دانستے کہ در گلخن چہ افزائد ‍ ‍ ‍ ‍ زچندیں خوردنِ خونِ رزاں و خونِ حیوانش

گلخن سے یہاں پیٹ مراد ہے - **خونِ رزاں** انگوری شراب - حافظ کہتا ہے ؎

بادہ ازخون رزان است نہ ازخون شماست۔ خون حیوان سے کباب مراد ہے +

ترجمہ۔ اے کاش امیر یا بادشاہ کو یہ خبر ہوتی کہ وہ اس لقمہ حرام (شراب وکباب) سے اپنے پیٹ میں کیا بھرتا ہے +

خلاصہ وہ اپنے پیٹ میں گویا دوزخ کی آگ بھرتا ہے +

بگو با میر کاندر پوست سگ داری وجیفہ ہم   سگ از بیرونِ در گردد توہم کاسہ مگر دانش

سگ سے نفس امارہ اور جیفہ سے ہوس دنیا مراد ہے۔ حدیث میں آیا ہے الدنیا جیفۃ و طُلّابُها کلاب (دنیا مردار ہے اور اس کے متلاشی کتے ہیں) از بیروں میں اززائد ہے۔ ہم کاسہ۔ ہم نوالہ کو کہتے ہیں +

ترجمہ۔ بادشاہ یا امیر سے کہدے کہ تیرے اندر ایک کُتّا (نفس امّارہ) ہے اور مردار (ہوس دنیا) بھی ہے پس تو اس کتے کو اپنا ہم نوالہ نہ بنا وہ خود باہر نکل جائیگا +

خلاصہ۔ نفس امّارہ کی خواہش کو پورا مت کرتا کہ وہ مغلوب ہو جائے +

کشف در پوست میرولیک افعی پوست بگذارد   تو کم ز افعی نۂ در پوست چو ماندی بجا مانش

کشف کچھوا۔ افعی زہریلا سانپ۔ بجا مانش اے بجا بگذار یعنی اتار پھینک +

ترجمہ۔ کچھوا اپنی کھال ہی میں مرجاتا ہے لیکن سانپ کینچلی جھاڑ دیتا ہے آخر تو سانپ سے تو کم نہیں ہے پھر کس لئے پوست میں لپٹ رہا ہے اس کو اتار پھینک +

خلاصہ۔ تعلقات جسمانی باعث ہلاکت ہیں تو اپنی عالی ہمتی سے اس سے علٰحدہ ہو جا +

سلیمانی مکن دعوے نخست ایں دیوانسی را   بکش یا بند کن یا کار فرما یا بروں رانش

سلیمانی میں یاءِ مصدری ہے۔ دیوانسی سے حضرت نفس امارہ مراد ہیں دوسرا مصر صنعت تقسیم کی دوسری قسم پر مشتمل ہے

ترجمہ۔ سلیمان ہونے کا دعوے مت کر (اور اگر ایسا دعوے کرتا ہے) تو پہلے اس نفس امّارہ کو یا تو مارڈال یا قید کر یا کسی کام میں لگائے رکھ یا باہر نکال دے +

خلاصہ۔ تقریباً اسی مضمون کو عرفی شیرازی نے یوں لکھا ہے ؎

مزن لافِ شجاعت ورزنی انگہ کہ در میدان   عدم شمشیرِ دل یابی فنا شبدیز جاں بینی

تشریح۔ دوسرے مصرع میں نفس امارہ کو مغلوب کرنے کے مختلف طریق تبلائے ہیں جن کا مآل ایک ہی ہے۔ صرف اعتباری فرق ہے البتہ کار فرما کا لفظ قابل غور ہے سو اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی ایسے شغل میں لگائے رکھ جس سے اُس کو شرارت کا موقع نہ ملے۔ مثلاً حکماء نے لکھا ہے کہ نفس امارہ کو مغلوب

کرنے کے لئے علم فلسفہ و ریاضی وغیرہ کی طرف رجوع کرنا بہت مفید ثابت ہوتا ہے ÷

چو جاں کار فرمائت بہ باغ قدس خواہد شد — حواس کارکن در حبس تن مگذار و برہانش
کہ خوش نبود چو شاہنشہ زغربت وا بملک آید — بماندہ خاصگاں در بند و او فارغ در ایوانش

کار فرما - یہاں اسم فاعل سماعی کا صیغہ ہے جس کے معنے حاکم کے ہیں۔ جانِ کار فرما سے پاک، روح مراد ہے جو سلطنت جسم میں حکمران ہے اور حواس پنجگانہ ظاہری و باطنی اس کے خواص ہیں جن کی وساطت سے اُس کی سلطنت کے تمام کاروبار سرانجام پاتے ہیں۔ اسی لئے دوسرے شعر کے دوسرے مصرع میں حواس کو خاصگان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ باغ اقدس۔ بہشت سے مراد ہے جو وطن اصلی ہے۔ اور حواس کا کارکن ہونا ظاہر ہے۔ برہان رہانیدن مصدر سے امر کا صیغہ ہے اور ایوانش میں شین بمعنے خود ہے ÷

ترجمہ۔ جب تیری روح پاک جو سلطنت جسم کی حاکم ہے باغ قدس (بہشت) کو سدھار جائیگی۔ تو حواس کے اہلکاروں کو زندان تن میں محبوس مت رہنے دے بلکہ انہیں اس قید سے چھڑا لے۔
کیونکہ یہ امر ہرگز زیبا نہیں کہ جب بادشاہ سفر سے اپنے دار الخلافہ میں واپس آجائے تو اُس کے حاشیہ نشین مقید رہیں اور وہ اپنے قصر شاہی میں بیٹھا مزے اڑائے ÷

تشریح۔ چونکہ صوفیہ کرام کا خیال ہے کہ روح کا اصلی وطن دنیا نہیں بلکہ وطن وہ ہے جہاں روح رنے کے بعد جائیگی اس لئے اُس کو مسافرت اور غربت میں سمجھتے ہیں۔ حافظ شیراز فرماتے ہیں ؎

چنیں قفس نہ سزائے من خوش الحان است — روم بگلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم

مولوی معنوی فرماتے ہیں ؎

بشنو از نے چوں حکایت میکند — وز جدائیہا شکایت میکند
کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند — از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند

سفر بیروں ازیں عالم کن از بالائے آں عالم — کہ دل زیں ہر دو مستغنی است برتر زیں و آں دانش

عالم بالا۔ اُسی باغ قدس سے مراد ہے حدیث میں آیا ہے (طالب الدنیا مخنث و طالب العقبیٰ مونث و طالب المولیٰ مذکر) یعنی دنیا کا طالب نہ مرد ہے نہ عورت اور عاقبت کا طالب عورت ہے اور خدا کا طالب مرد ہے) ایں عالم اور آں عالم سے دُنیا و عقبےٰ مراد ہیں۔ دل کے یہاں وہی معنے لئے گئے ہیں جو اس قصیدے کے مطلع میں ہیں ÷

ترجمہ۔ اس عالم سفلی سے نکل کر اُس عالم علوی سے پرے گذر جا۔ کیونکہ روحِ پاک کو ان دونو دنیاو

عقبےٰ کی کچھ پروا نہیں بلکہ اسے ان دونو سے برتر سمجھ +

خلاصہ - اصلی وطن کی طرف رجوع کہ جس کی نسبت بہاء الدین آملی فرماتے ہیں ؎

این وطن مصر وعراق وشام نیست — این وطن ملکے است کانرا نام نیست

دو عالم چیست دو کفہّ است میزان شریعت را — ازین دو کفہ بیرون است ہر کو ہست وزّانش

کفہّ - بالکسر ترازو کا پلّہ - مشیت - ارادہ الہی - وزّان مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنے وزن کنندہ کے ہیں یہاں عارف کامل سے مراد ہے +

ترجمہ - دونو جہان کیا ہیں؟ ارادہ الہٰی کے میزان کے دو پلّے ہیں جو شخص اس ترازو کا تولنے والا ہے وہ ان دونو پلّوں سے باہر ہے - اور قاعدہ ہے کہ وزن کنندہ دونو پلّوں سے باہر ہوا کرتا ہے +

خلاصہ - جو شخص ہر دو عالم کی حقیقت کو خوب سمجھتا ہے وہ نہ طالب دنیا رہتا ہے نہ طالب عقبےٰ بلکہ طالب مولے رہتا ہے - اردو میں کسی استاد نے ایک شعر لکھا ہے مگر اُس کا محل کچھ اَور ہے ؎

نہ خریدار کا حصہ ہوں نہ حق بائع کا — میں وہ دانہ ہوں کہ گر جائے کفِ میزان سے

زنے باشد نہ مردے کز دو عالم خانہ سازد — کہ ناہید است نے کیوان کہ باشد خانہ میزانش

پہلا اور تیسرا کاف بیانیہ سمجھو اور دوسرا علت یا تمثیل کے لئے - ناہید - زہرہ - کیوان زحل - میزان بروج دوازدگانہ فلک میں ساتواں برج ہے اور زہرہ کا خانہ اصلی ہے +

ترجمہ - جو شخص ہر دو عالم کو اپنا گھر بنا لیتا ہے (اپنی اصلی غایت خیال کرتا ہے) وہ مرد نہیں ہوسکتا بلکہ عورت ہے کیونکہ جس ستارہ کا خانہ اصلی برج میزان ہے وہ زہرہ ہے زحل نہیں +

تشریح - زہرہ مطربۂ فلک ہے جس کو اہل عجم مونث خیال کرتے ہیں اور زحل پاسبان فلک ہے جو مذکر مانا گیا ہے چونکہ اوپر کے شعروں میں ہر دو عالم کو میزان کے دو پلّوں سے تشبیہ دی گئی ہے اور عارف کامل جو طالبِ مولے ہوتا ہے ان دونو پلّوں سے باہر ہوتا ہے - اس لئے اُس کا ثبوت دینے کے لئے شاعر نے یہ تمثیل پیش کی ہے کہ برج میزان جس ستارہ کا خانہ اصلی ہے وہ ستارہ بھی مؤنث خیال کیا گیا ہے - زحل جو مذکر ہے میزان سے باہر ہے +

ز خاکِ پائے مرداں کن چو تخت حاسباں تاجت — وگر تاج زرت بخشد بسر اندر زد و دستانش

تخت حاسباں - رمّالوں کا قاعدہ ہے کہ ایک تختہ پر کچھ ریت یا مٹی بچھا کر کسی شخص کے طالع کا حساب لگانے کے لئے اس پر نقوش وغیرہ کھینچتے ہیں - بددعا کے موقع پر اہل زبان بولا کرتے ہیں فلاں کس تخت حاسباں شود یعنی خاک بر سر - دوسرے مصرع میں بخشد یا تو صیغہ واحد ہو اور زمانہ اس کا فاعل

قرار دیا جائے یا **بخشند** صیغہ جمع ہو اور فاعل کارکنانِ قضا و قدر۔ مگر اس صورت میں از روئے قواعد علم عروض **بخشند** کا نون تقطیع میں نہیں آسکتا وجہ یہ ہے کہ **نون** غنہ جب کلمہ کے درمیان واقع ہو تو وہ ساقط نہیں ہوتا چونکہ خاقانی جیسے فاضل استاد پر اس قسم کی غلطی کا الزام بعید نظر آتا ہے اس لئے گمان غالب ہے کہ مصرع یوں ہو گا۔ وگر تاج زرت بخشند سر در دُزد دمتانش۔

ترجمہ۔ اہل اللہ کے پاؤں کی خاک کو رتالوں کے تختہ حساب کی طرح اپنے سر کا تاج بنالے اور اگر (اہل دنیا یا قضا و قدر یا زمانہ) تاج زرّیں تیرے سر پر رکھنا چاہے تو سر کو ہٹالے اور قبول نہ کر +

نہ درویش است ہر کش تاج سلطانی کند سغبہ — کہ درویش آنکہ درویشی و سلطانی است یکسانش

سغبہ۔ فریفتہ۔ **کاف** سر مصرع ثانی علت کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور مبالغہ کے لئے بھی +

ترجمہ۔ وہ شخص درویش ہی نہیں جو تاج شاہی پر مرتا ہو کیونکہ یا بلکہ درویش تو وہ ہے جس کے سامنے درویشی اور بادشاہی دونو یکساں ہوں +

وگر صفِ خاص تر بینی درو درویش سلطاں دل — کہ خاکِ پائے درویشی نمائد تاج سلطانش

شبین۔ درویشی کا مضاف الیہ ہے۔ ترکیبی صورت یوں ہو گی کہ خاک پائے درویشی او تاج سلطاں مے نمائد۔ **صفِ خاص** تر سے صف انبیاء علیہم السّلام مراد ہے +

ترجمہ۔ اہل اللہ سے بڑھ کر جن کا ذکر اوپر کے شعر میں آیا ہے ایک اور خاص جماعت ہے کہ جس میں ایک ایسا درویش سلطان دل (عالی حوصلہ) تجھے نظر آئیگا کہ جس کی درویشی کی خاکِ پا تاج شاہی سمجھی جاتی ہے +

تشریح۔ درویشِ سلطان دل وہی مفہوم ہے جس کو مولوی نظامی نعت میں لکھتے ہیں۔ ؎

تہیدست سلطانِ پشمینہ پوش — غلامی حزو بادشاہی فروش

نہ خود سلطانِ درویشانِ خاص است احمد مرسل — کہ از نون والقلم طغرا است بر منشور فرقانش

نون والقلم۔ قرآن مجید میں ایک سورہ قلم ہے جو اس طرح شروع ہوئی ہے ن والقلم وما یسطرون اس سورت میں خدا تعالےٰ نے اُن روحانی انعامات کا ذکر کیا ہے جو صرف آنحضرت کی ذات سے مخصوص ہیں۔ **طغرا**۔ شاہی فرمان پر جو عنوان بطور القاب کے لکھتے ہیں۔ قدیم زمانہ میں ایک قسم کا خط منحنی مقرر تھا جو فرمان کی پیشانی پر کھینچ دیا کرتے تھے۔ **منشور**۔ فرمان۔ **فرقان**۔ قرآن جو حق و باطل میں فرق کرتا ہے۔ شعر بطریق استفہام انکاری ہے +

ترجمہ۔ کیا جناب رسالت مآب احمد مرسل سب درویشانِ خاص یعنی انبیا علیہم السّلام کے بادشاہ نہیں ہیں کہ جن کے شاہی فرمان (قرآن) کے عنوان پر نون والقلم کا القاب لکھا ہوا ہے؟ یعنی ہیں +

چو درویشی بدرویشاں نظر بہ کن کہ قرص خور بعریاناں دہد زربفت و خود بینند عریانش

عریاں۔ برہنہ۔ زربفت سے مراد دھوپ یا سورج کی کرنیں ہیں۔

ترجمہ۔ اگر تو درویش صفت ہے تو محتاجوں پر زیادہ رحم کر جس طرح آفتاب ننگوں کو زربفت پہناتا ہے۔ اور خود برہنہ دیکھا جاتا ہے۔

تشریح۔ درویش کامل کو آفتاب سے تشبیہ دی ہے جو نہایت فیاض ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خدا دوست آدمی کا یہ دستور رہنا چاہئے کہ خود تکلیف برداشت کر کے دوسروں کو نفع پہنچائے۔

سخا ہنگام درویشی فزوں تر کن کہ شاخ رز چو درویشِ خزاں گردد پدید آئد زر افشانش

درویشِ خزاں میں اضافت مسبب کی سبب کی طرف ہے زر افشانش۔ اسم و امر مل کر کبھی مصدری معنے بھی دے جاتا ہے جیسے دستر من گوشمال وغیرہ۔ اسی طرح یہاں زر افشاں مصدری معنے دیتا ہے ضمیر شین خزاں کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ۔ مفلسی اور تنگدستی کی حالت میں سخاوت بڑھا دے کیونکہ انگور کی شاخ جب موسم خزاں کی وجہ سے تہیدست ہو جاتی ہے تو اُس کی پت جھڑ شروع ہو جاتی ہے۔

خلاصہ۔ جب خزاں میں ثمر نہیں رہتا تو وہ زرد پتے جن کو زردی رنگ کی وجہ سے سونے سے مشابہت ہے گرنے شروع ہو جاتے ہیں۔ گویا ایک قسم کی سخاوت ہے۔

سخا بہر جزا کردن ربا خواری است در ہمت کہ یک بدہی و انگہ دہ جزا خواہی زسیزدانش

رباخواری۔ سودخواری۔ قرآن شریف میں ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا۔ یعنی جو شخص ایک نیکی لیکر خدا کے ہاں آئے تو اللہ میاں اُس کے عوض ویسی دس نیکیوں کا ثواب دینگے۔

ترجمہ۔ عالی ہمتی کے مذہب میں معاوضہ کی نیت پر سخاوت کرنا سودخواری ہے کہ تو ایک کے بدلے خدا سے دس گنے کا امیدوار ہونا چاہتا ہے۔

خلاصہ۔ حافظ شیرازی قریباً اسی مضمون کو یوں بیان کرتے ہیں ؎

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن کہ خواجہ خود روشِ بندہ پروری داند

ز بد گر نیکوئی ناید تو عذرش ز آفرینش نہ کہ معذور است مار ار نیست چوں نحل از عسل شانش

شان۔ بھڑوں کا چھتا۔ اگر از عسل شانش نیست اے اور اگر شانِ عسل نیست۔ قرآن مجید کہتا ہے قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ۔ یعنی ہر ایک چیز اپنی فطرت کے مطابق عمل کرتی ہے۔ پھر دوسری جگہ فرمایا ہے۔ فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا

ترجمہ - اگر بُرے آدمی سے نیکی نہ ہو سکے تو اُس کو فطرۃً معذور سمجھ - کیونکہ سانپ اگر شہد کی مکھی کی طرح شہد کا چھتا نہیں رکھتا تو اس کا کوئی قصور نہیں +

اگرچہ نحل وقتے نوش آرد نیش ہم دارد تو آں منگر کہ او حیٰ ربک آمد وحی در شانش

اوحی ربک - قرآن مجید کی اس آیت سے مراد ہے واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتاً ومن الشجر ومما یعرشون یعنی (خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ تو پہاڑوں اور درختوں اور چھتوں میں اپنے لئے گھر بنا) وحی پیغام خدا کو بولتے ہیں +

ترجمہ - شہد کی مکھی اگر شہد دیتی ہے تو ڈنگ بھی مارتی ہے - تمہیں چاہئے کہ اس وحی (اوحی ربک) پر جو اُس کی شان میں قرآن شریف میں نازل ہو چکی ہے مت جاؤ +

تشریح - شاعر نے پچھلے شعر میں یہ بیان کیا تھا کہ اگر بُرے آدمی سے نیکی نہ ہو سکے تو اُسے فطرۃً معذور سمجھنا چاہئے اب اس شعر میں یہ بیان کرتا ہے کہ کسی چیز کو صرف بُرا سمجھنا ہمارے اپنے سوء فہم کا نتیجہ ہے ورنہ عالم کائنات میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو مختلف اعتبارات سے بُری اور اچھی نہ ہو سکتی ہو چنانچہ شہد کی مکھی جس کو تم نفع رساں خیال کرتے ہو اور اُس کی قدر و منزلت پر اُس کی طرف وحی کا نازل ہونا از روے قرآن شاہد ہے جہاں شہد دیتی ہے - ڈنگ بھی مارتی ہے +

فائدہ - غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ کسی چیز کا اچھا یا بُرا ہونا صرف ایک اعتباری امر ہے ورنہ کوئی چیز نہ اچھی ہے نہ بُری +

میالا گر توانی دست زیں آلایش دنیا کہ دنیا سنگ استنجا ست آلودہ ست شیطانش

ترجمہ - اگر تجھ سے ہو سکے تو دنیا کی اس آلایش تعلقات سے اپنے ہاتھ آلودہ نہ کر کیونکہ دنیا استنجا کرنے کا ایک ڈھیلہ ہے جس کو شیطان نے آلودہ کر رکھا ہے +

خلاصہ - دنیا کی نہایت ذلت و حقارت ظاہر کرنا مقصود ہے +

ہمہ کس عاشقِ دنیا و ما فارغ زغم ایرا غم معشوق سنگ دل ہست بر عشاق سگ جانش

ایرا - بمعنے زیرا ہے جو علت کے لئے آتا ہے - سنگ دل - سخت دل - آزار دہندہ - سگ جان حریص

ترجمہ - سب لوگ دنیا پر مر رہے ہیں اور ہم اس کے غمِ عشق سے آزاد ہیں - کیونکہ معشوق جفا کیش اور ستمگار کا غم اُس کے سخت دل اور حریص عاشقوں ہی کو ہؤا کرتا ہے +

بدیں اقبال یک ہفتہ کہ بفزاید مشو غرہ کہ خود ماہ دو ہفتہ است آنکہ فزونی است نقصانش

اقبال یکہفتہ سے اقبال چند روزہ مراد ہے - ماہ دو ہفتہ - بدر کامل کو کہتے ہیں - سعدی رہ آں ماہ دو ہفتہ در نقابست

ترجمہ۔ اس چند روزہ اقبال پر جو ترقی کر رہا ہے مغرور مت ہو کیونکہ بدر کامل ہی کا یہ حال ہے کہ اسکی ترقی مین زوال ہے +

خلاصہ۔ روحی کہتا ہے ؎ جہان و ہر چہ درو ہست غیر معتبر است ۔ مباش غرّہ بدہیم و تخت سلطانی

بچالاکئے بید انجیر منگر در مہِ نیساں بداں افتادگی بنگر کہ بینی ماہ آبانش

بید انجیر ۔ مشہور درخت کا نام ہے ۔ آبان ۔ شمسی سال کے آٹھویں مہینے کا نام ہے جبکہ آفتاب برج عقرب میں ہوتا ہے اور خوب سردی پڑتی ہے ہر ایک شمسی مہینہ کی دسویں تاریخ کو بھی آبان کہتے ہیں ایرانی اس دن کو مبارک سمجھتے ہیں اور عید مناتے ہیں +

ترجمہ۔ ماہ بہار میں بید انجیر کی سرسبزی اور شادابی کی طرف خیال مت کر بلکہ اس کی اس خستہ حالی کو دیکھ جو ماہ آبان یعنی موسم خزاں میں اس کو پیش آتی ہے +

خلاصہ ۔ دنیا کی چند روزہ عیش و عشرت پر فریفتہ نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کی اس شدت محنت کو دیکھنا چاہئے جو زمانہ ادبار میں پیش آیا کرتی ہے +

زچرخ اقبالِ بے ادبار خواہی اوندارد ہم کہ اقبالِ مہ نوہست با ادبار سرطانش

لفظ ہم حشو یعنی زائد ہے معنے میں کچھ دخل نہیں رکھتا ۔ سرطان بروج دوازدگانہ فلک میں چوتھا برج ہے جو قمر کا خانہ اصلی ہے ۔ از روے علم نجوم خانہ اصلی کے مقابل کا خانہ یعنی جو ساتواں خانہ ہوتا ہے ہر ستارے کا خانۂ وبال کہلاتا ہے چنانچہ قمر کا خانہ وبال برج جدی ہے اس لئے با ادبار سرطانش کے یہ معنے ہیں کہ خانہ اصلی (سرطان) کا مقابل (برج جدی) جو قمر کا خانہ وبال پڑا ہے قمر کو لازم ہے ۔ پس ادبار کی اضافت سرطان کی طرف اضافت بادنے ملابست سمجھنی چاہئے ۔ ادبار سے یہاں وبال مراد ہے صرف لفظ اقبال کی مناسبت سے ادبار کا لفظ لایا گیا ہے ۔ ورنہ نجوم کی اصطلاح وبال ہے نہ کہ ادبار ۔

اقبال بے ادبار ۔ یعنی ایسا اقبال جس کے پیچھے ادبار نہ آئے ۔

ترجمہ ۔ تو آسمان سے اقبال بے ادبار کی امید رکھتا ہے مگر اس کے پاس یہ نہیں ہے ۔ دیکھ لو کہ قمر کے اقبال کے ساتھ اس کا وبال برج جدی میں جو سرطان کا مقابل ہے لازم پڑا ہے +

ادبار سرطان کی ایک اور بھی توجیہ ہو سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ سرطان ایک پانی کا کیڑا ہے جسکو اردو میں کینکڑا اور فارسی میں پنج پایک بولتے ہیں اس کا قاعدہ ہے کہ وہ اُلٹا یعنی پچھلی جانب کو چلا کرتا ہے اس لئے ادبار کے معنے اس شعر میں پچھلی طرف کو چلنے کے ہیں ۔ شاعر برج سرطان کو صرف بلحاظ اشتراک اسمی وصفِ مذکور سے موصوف فرض کرکے کہتا ہے کہ گو سرطان قمر کا خانہ اصلی ہے مگر اسکو ادبار سرطان لازم ہے +

خلاصہ ۔ سعدی فرماتے ہیں " ہر جا کہ گل است خار است و ہر جا کہ گنج است مار است +

بقائے نیست ہیچ اقبال را چند آزمودستی خود اینک لا بقا مقلوب اقبال است بر خوانش

بقائے میں حرف یاء معنی قلت وحقارت کا افادہ کرتی ہے۔ لفظ اقبال کے حروف کو اگر الٹا دیا جائے تو لابقا پڑھا جائیگا جس کے معنے ناپائداری کے ہیں

ترجمہ۔ کسی اقبال کو کچھ بھی پائداری نہیں ہے تونے بارہا تجربہ کر لیا ہے۔ خود لفظ اقبال ہی کو الٹا کر دیکھ لے کہ لابقا پڑھا جاتا ہے +

بترس از تیر باران ضعیفاں در کمیں شب   کہ ہرگز ضعف نالاں تر قوی تر زخم پیکانش

تیر باراں سے یہاں بد دعا مراد ہے اور کمین شب سے آدھی رات ہے۔

ترجمہ۔ عاجزوں اور بیچاروں کی بد دعا کی بوچھاڑ سے جو آدھی رات کے وقت وہ کرتے ہیں ڈرتا رہ کیونکہ جو شخص بیچارہ ہو کر سخت روتا ہے اُس کے پیکان کا زخم بھی کاری لگا کرتا ہے +

خلاصہ۔ سعدی کہتے ہیں ؎ ناتوانی درون کس مخراش   کاندریں راہ خارہا باشد

حذر کن زآہ مظلومے کہ بیدار است وخون باراں   تو شب خفتہ بہ بالینے کہ سیل آید زبارانش

پہلے مصرع میں کاف صلہ کا ہے اور دوسرے میں مفاجاتیہ یعنی بمعنے ناگاہ +

ترجمہ۔ اس ستمدیدہ کی آہ سے ڈرتا رہ جو مصیبت میں راتوں جاگتا ہے اور خون روتا ہے (ورنہ) تو رات کے وقت میٹھی نیند سوتا ہوگا کہ ناگاہ اُس کے آنسوؤں کے مینہ کی رو تجھے بہالے جائیگی +

خلاصہ۔ پھر سعدی فرماتے ہیں ؎ منجنیق آہ مظلوماں بصبح   سخت گیرد ظالماں را در حصار

ز تعجیل قضائے بد پناہے ساز کاندر پے   بجاک افگندہ داری کہ لرزد تن ز افغانش

قضائے بد۔ قدر خدا کے ارادۂ اجمالی قبل از وقوع کو بولتے ہیں اور قضا ارادہ تفصیلی کو کہتے ہیں جب وہ واقع ہو جاتا ہے۔ ارادہ الٰہی تو محض خیر ہوتا ہے اور عین عدل وانصاف۔ مگر ازبسکہ اس کے عالم کون وفساد کے ساتھ متعلق ہونے سے مختلف نتائج ظہور میں آتے ہیں جن میں سے بعض تو ہماری خواہش کے مطابق ہو جاتے ہیں اور اس لئے ان کو قضائے خیر کہتے ہیں اور بعض ہماری خواہش کے برخلاف ہو جاتے ہیں اس لئے ان کو قضائے شر بولتے ہیں۔ اس لئے وہ بلحاظ اپنے آثار کے خیر وشر کہلاتا ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ قضائے خیر وشر ہر دو اپنے اپنے محل پر جاری ہوتی ہیں اس لئے ہم کہ سکتے ہیں کہ ارادہ الٰہی عین انصاف ہوتا ہے کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی چیز فی حد ذاتہ خیر ہو مگر کسی خاص چیز پر اُس کا اثر بُرا پڑے مثلاً اگر ملکی قانون کے رو سے کوئی بدمعاش کوئی سزا بھگتے تو یہ عین انصاف ہے کیونکہ ایسا نہ کرنا گویا سوسایٹی پر ظلم کرنا ہے ؎ ستم بر ستم پیشہ عدل است وداد۔ قرآن مجید اس فلاسفی کو نہایت عمدہ طور پر حل کرتا ہے۔ میں اس کی زیادہ تشریح کرتا مگر تم ہی کہنے لگو گے'' یار شرح کیا ہے

شیطان کی آنت ہے"۔ بخاک افگندہ ئے سے مظلوم مراد ہے اور اِس کا کسرہ معنی عظمت کا افادہ کرتا ہے +

ترجمہ۔ اس بلائے آسمانی سے جو جلدی ہی تجھ پر نازل ہو گی۔ اپنے بچنے کی کوئی تدبیر سوچ لے۔ کیونکہ تیرے پیچھے ایک ایسا مظلوم لگا ہؤا ہے (بد دعا کر رہا ہے) جس کے نالہائے زار سے عرش عظیم بھی کانپ رہا ہے +

خلاصہ۔ ایک نہایت موثر طریق پر ظالم کو تہدید کرنا مقصود ہے + اے لوپھر سعدی فرماتے ہیں ؎

حذر کن ز دودِ درونہائے ریش　　که ریش درون عاقبت سر کند

چو بیژن داری اندر چہ مخسپ افراسیاب آسا　　کہ رستم در کمین است و نہنگے زیر خفتانش

بیژن۔ گیو پہلوان ایرانی کے بیٹے کا نام ہے جو رستم کا بھانجا تھا کہتے ہیں کہ وہ افراسیاب کی بیٹی منیژہ پر عاشق ہو گیا افراسیاب کو جب یہ حال معلوم ہؤا تو اُس نے منیژہ کے گھر میں بیژن کو گرفتار کر کے ایک کنوئیں میں قید کر دیا۔ رستم کو جب یہ خبر ملی تو وہ تاجرانہ لباس میں سات پہلوان ہمراہ لے کر گیا اور اُسے چھڑا لایا +

ترجمہ۔ جب بیژن کو تو نے کنوئیں میں ڈال رکھا ہے تو افراسیاب کی طرح خواب خرگوش مت سو کیونکہ (اُس کی حمایت پر) رستم گھات میں ہے اور رچلنہ کے اندر مگرمچھ (تلوار) چھپائے بیٹھا ہے +

خلاصہ۔ جبکہ تو نے کسی کا دل دکھایا ہے تو اُس کی آہ نیم شبی سے بے خطر مت رہ۔ پھر سعدی فرماتے ہیں ؎ چہ خوش گفت یکتاش باخیلتاش　　چو دشمن خراشیدی ایمن مباش۔ پھر فرماتے ہیں ؎ چو تیر انداختی بر روے دشمن　　حذر کن کاندر آماجش نشستی +

تو ہم چوں کرمِ قز مستی و خفتہ و آنکش آزروی　　چوں کرمے کاں بشب تا بد بہ بیں بیدار و نالانش

کرمِ قز۔ ریشم کا کیڑا۔ کرمے کاں بشب تا بد سے کرمک شب تاب یعنی جگنو مراد ہے +

ترجمہ۔ تو ریشم کے کیڑے کی طرح مست اور غافل پڑا ہے اور مظلوم جگنو کی طرح رات بھر جاگتا ہے اور آہ و فریاد کرتا ہے +

فائدہ۔ اوپر کے پانچ شعر ظالم آدمی کو ظلم کی سوئے عاقبت پر آگاہ کرتے ہیں اور نہایت فصیح و بلیغ واقع ہوئے ہیں +

سگی کردی کنوں اَلعفو میگوئد مگر دل شد پشیمانش　　کہ سگ ہم عفو میگوئد از پشیمانی

حرف شین دل کا مضاف الیہ ہے یعنی مگر دلش پشیمان شد۔ بعض اوقات کتا بھونکنے کے بعد ایک قسم کی آواز نکالتا ہے جو لفظ عفو کی صوت سے مشابہ ہوتی ہے اُسی کی طرف شاعر اشارہ کر کے کہتا ہے + سگی کردن ظلم کرنا۔

ترجمہ۔ تو نے کسی بیکس کی دل آزاری سے گویا کتے کا سا کام کیا ہے۔ اب پشیمان ہو کر معافی کا خواستگار

ہو دیکھ تو کتا بھی بھونکنے کے بعد عف عف کرتا ہے شاید اپنے کئے پر پچھتاتا ہے (تو بس کیا تو کتے سے بھی کم ہے)

اگر پیری گہِ مردن چرا ایند خنداننت   کہ طفل اینک کہ می زاید ہمی بینند گریانش

زمانہ پیری مرنے کا زمانہ سمجھو۔ قاعدہ ہے کہ بچہ پیدا ہوتے ہی رونے لگتا ہے مگر شاعر بطریق حسن التعلیل اُس کے رونے کی علت خوفِ مرگ قرار دیتا ہے +

ترجمہ۔ اگر تو بوڑھا ہو گیا ہے اور تیرے مرنے کا وقت قریب آگیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ تو ہنستا نظر آتا ہے حالانکہ بچے کو پیدا ہوتے ہی (موت کے خوف سے) روتے دیکھتے ہیں +

خلاصہ۔ چونکہ یا ہنستے نہ ہنس رپنجابی فقرہ ہے) بعض لوگ اس کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ مرنے کے بعد جو آدمی کا منہ کھلا رہتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ہنس رہا ہے مگر بالکل خرافات ہے جس کو طبیعت سلیم نہیں مانتی۔ بھلا مرنے کے بعد نصیحت یعنی ہنسی

ترا از گوسپندی چرخ دنیا مے نہد دنبہ   تو بر گاوِ زمیں بر دہ اساسِ قصر و بنیانش

گوسپندی۔ غفلت۔ بیوقوفی۔ چرخ دنیا۔ آسمانِ اول کو کہتے ہیں۔ دنبہ نہادن۔ فریب دینا۔ گاوِ زمیں سے گاوِ زیر زمین مراد ہے۔ جو ایک فرضی نام ہے۔ گوسپند۔ دنبہ۔ گاؤ بطریق مناسبات شعری ذکر کئے گئے ہیں +

ترجمہ۔ آسمان تجھے غافل یا بیوقوف سمجھ کر فریب دیتا ہے (اور تو مآل کار کو نہیں سمجھتا) کہ اپنے عالیشان مکان کو مضبوط بنانے کی نیت سے اُس کی بنیاد تحت الثرےٰ تک لے جا رہا ہے +

خلاصہ۔ حافظ شیراز فرماتے ہیں ؎ ہر کرا خوابگہ آخر بدو مشتے خاک است   گو چہ حاجت کہ بر افلاک کشی ایوان را +

رقمہا ے کہ اندر خرقہ مرموز است از بخیہ   رموزِ لوحِ محفوظ است اگر خوانی بایقانش

خرقہ۔ بالکسر۔ فقیروں کے اوڑھنے کا کپڑا جس پر مختلف قسم کے پیوند لگے ہوتے ہیں۔ لوح محفوظ عقل کلی کا نام ہے یا یوں کہو کہ ذات باری کا وہ علم جو موجودات خارجی کے متعلق ہو سکتا ہے اس کو ایک مثال کی صورت میں یوں سمجھو۔ فرض کرو کہ علم باری میں زید کے پیدا کرنے کا تقرر کسی خاص صورت میں ہوا ہے یعنی اس طرح کہ زید فلاں زمانہ میں فلاں وضع اور ہیات پر پیدا ہو گا پس جو امر اس تجویز کا مقتضی ہے وہ اصطلاح تصوف میں قلم کہلاتا ہے۔ اور وہ محل جس میں اس تجویز کا بیان مندرج ہے اُس کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔ اس کو نفس کلی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جو نورِ حق ہے[1] +

---

[1] یہ دقیق سا مسئلہ ہے جس میں عقلی طور پر ہم بحث نہیں کر سکتے کچھ اہل کشف ہی ان رموز کو جانتے ہیں۔ میں نے اس قدر بھی بہت افتادہ الفاظ میں بیان کیا ہے۔ ورنہ اصلی حقیقت کو کوئی لفظوں میں نہیں سمجھ سکتا +

ایقان - کسی بات کا یقین حاصل کرنا +

رقوم سے معانی مراد ہیں اور خرقہ سے یہ قصیدہ جس میں شاعر نے مضامین تصوف کو بیان کیا ہے بخیہ سے کاوش طبع مراد ہے جو شاعر کو شعر کہتے وقت کرنا پڑتی ہے +

ترجمہ - جو نقوش بذریعہ بخیہ اس خرقہ میں مرقوم ہیں (یعنی جو معانی نہایت کاوش فکر کے ساتھ اس قصیدہ میں بیان کئے گئے ہیں) اگر تو اُن کا یقینی علم حاصل کرلے (تو نہایت پتے کی باتیں ہیں) کیونکہ وہ سب کے سب ایسے معارف وحقایق ہیں جو لوح محفوظ میں ثبت ہیں یعنی (علوم حقیقیہ ہیں) واللہ اعلم بالصواب +

اس شعر کی یوں بھی تقریر کی جاسکتی ہے کہ خرقۂ درویشاں میں جو سلائی کے ٹانکے تمہیں نظر آتے ہیں۔ انہیں یونہی نہیں سمجھو بلکہ وہ تو لوح محفوظ کے رموز ہیں جو علوم حقیقیہ کی راہ دکھاتے ہیں۔ اس صورت میں شعر کا حاصل یہ ہوگا کہ اہل اللہ کی ظاہری حالت مسکنت کو سرسری نگاہ سے مت دیکھو بلکہ بموجب شعر حافظ ؎ خاکساران جہاں را بحقارت منگر - الخ انہیں بلند رتبہ سمجھو +

زمیں دایہ است تو طفلی نوشیرش خوردہ او خونت   ہمہ خون تو زاں شیرے کہ خوردستی زپستانش

زمین کو دایہ قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح بچہ دایہ کے دودھ سے پرورش پاتا ہے اسی طرح انسان بھی زمین کی پیداوار کھا کر تربیت حاصل کرتا ہے اور چونکہ موت کے بعد پھر خاک ہی میں جانا ہوتا ہے اس لئے زمین کو خونخوار قرار دیا ہے +

ترجمہ - زمین ایک دایہ ہے اور تو ایک بچہ ہے جو اُس کا دودھ پی کر پرورش پاتا ہے اور (بالآخر) وہ تیرے حق میں خونخوار ثابت ہوتی ہے اور تیرا خون درحقیقت زمین کے اُسی دودھ سے تیار ہوتا ہے جو تو اُس کے پستان سے پیتا ہے +

خلاصہ - انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور پھر مٹی میں چلا جائیگا +

مخور بادہ کہ آں خونے است کز شخص جوانمرداں   زمیں خوردا ست وبیروں دادہ از خاک رزستانش

رزستان - انگور کا باغ +

ترجمہ - شراب (جس سے تجھے نشاط روح مدنظر ہے) مت پی کیونکہ یہ شراب درحقیقت وہی خون ہے - جو زمین نے بڑے بڑے نامور لوگوں کو ہلاک کرکے پی رکھا ہے اور بشکل انگور اُس کو پھر باغ انگور کی خاک سے باہر نکالا ہے +

خلاصہ - دنیا کی ناپائداری اور بیوفائی کا نقشہ دکھایا ہے قریباً اسی مضمون کو حافظ شیراز یوں ادا کرتے ہیں ؎ قدح بشرط ادب گیر زانکہ ترکیبش   زکاسۂ سر جمشید و بہمن است وقباد +

زمیں از شخص جبّاراں چو نفسِ ظالمِ رعنا درونِ سو ہست گورستاں برونِ سو ہست بستانش

رعنا - بیوقوف اور سست عورت کو بولتے ہیں مگر اہل عجم کے محاورہ میں خوشنما - چالاک - زیبا - متکبر سے مراد لیا کرتے ہیں +

ترجمہ - زمین اہل ظلم کے وجود سے بعینہٖ ایک سج دھج والے ظالم کی ذات سے مشابہ ہے کیونکہ جس طرح ظالم لوگ ظلم و تعدی سے اپنی ظاہری وضع کو سنوارے رکھتے ہیں اور (اُن کا باطن ظلم عصیان سے سیاہ ہوتا ہے) اسی طرح زمین کے اندر تو قبریں ہی قبریں ہیں اور باہر باغ و بوستان لہلہاتے ہیں +

تشریح - زمین کی خونخواری ثابت کرنے میں ظالم کو بھی ایک لطیف پیرایہ میں تہدید کی گئی ہے سعدی یوں خون رُلاتے ہیں +

زدم تیشہ یک روز بر تلِّ خاک بگوش آمدم نالۂ دردناک
کہ زنہار گر مردی آہستہ تر کہ چشم و بناگوش و رُو است و سر

خراساں گر حرم بودے بہیں کعبہ ملک شاہش سمرقند ار فلک بودے مہیں اختر قدر خانش
قدرخاں مرد چوں وقتے نموئد خود سمرقندش ملک شہ رفت چوں روزے نگرید خود خراسانش

حرم - خانہ کعبہ کے گرداگرد کا احاطہ - جلال الدین ملک شاہ - سلطان سنجر سلجوقی کے باپ کا نام ہے جو خراسان کا جلیل القدر بادشاہ تھا سکندر کے زمانہ سے اس کے عہد تک قصر شاہی پر تین بار نوبت ہوا کرتی تھی جب ملک شاہ تخت نشین ہوا تو اُس نے پانچ بار نوبت کا حکم دیا اُس نے حکماء زمان کو بلا کر سال و ماہ کا دستور حساب نیا قائم کیا سال جلالی اسی کی طرف منسوب ہے - قدرخاں چین و سمرقند کا بادشاہ تھا - مہین اختر سے آفتاب مراد ہے - نموئد - موئیدن مصدر سے مضارع منفی کا صیغہ ہے جس کے معنے ماتم کرنے اور رونے کے ہیں - دوسرے شعر کے ہر دو مصرعہ میں چون بمعنے چرا سمجھو +

ترجمہ - خراسان (بالفرض) اگر حرم ہوتا تو ملک شاہ بہتر سے بہتر خانہ کعبہ تھا اور اگر سمرقند آسمان ہوتا تو قدرخاں آفتاب تھا ر مگر بتلاؤ تو) قدرخاں کے مرنے پر اہل سمرقند کیوں کبھی اس کا ماتم نہیں کرتے ؟ اور ملک شاہ کے دنیا چھوڑ دینے پر اہل خراسان اسے کیوں نہیں روتے +

خلاصہ - زمانہ نے انہیں ایسا ملیا میٹ کیا کہ بھولے سے بھی کوئی ان کا نام نہیں لیتا - ؎

دارا رہا نہ جم نہ سکندر سا پادشاہ روئے زمیں پر سینکڑوں آئے چلے گئے

ملک شہ آب و آتش بود و رفت آں آب و مرد آتش کنوں خاکستر و خاکے است ماندہ در صفاہانش

آب - اس جہت سے کہا کہ وہ اپنے خیر خواہان ملک کے حق میں بڑا فیاض تھا اور آتش اس لحاظ سے کہ

وہ دشمنان دولت کو نیست و نابود کرتا تھا - ملک شاہ اصفہان میں مدفون ہے +

ترجمہ - ملک شاہ وہ جوانمرد شخص تھا جو اپنے خیر خواہوں کے حق میں بڑا فیاض اور دشمنوں کے لئے آفت جان تھا اور اس لئے وہ آب و آتش کا حکم رکھتا تھا مگر وہ پانی بھی خشک ہو گیا اور وہ آگ بھی سرد پڑ گئی اب تو اصفہان کے کسی ویرانہ میں فقط اُس کی خاک اُڑ رہی ہے +

نہ بر سنجر شبیخوں برد اول گور خاں آخر   شبیخوں زد اجل تا گور خانہ شد شبستانش

سنجر - وہی سلطان سنجر ہے جس کا نام اوپر آچکا ہے - گور خاں - چین کے ایک بادشاہ کا نام ہے - شبستان - بادشاہوں کے رات کو سونے کا مکان - کلام بطریق استفہام ہے اور شعر میں صنعت رد العجز علے الصدر ہے +

ترجمہ - کیا پہلے گور خاں نے سلطان سنجر پر چھاپا نہیں مارا تھا ؟ جنے کر اٹل موت نے گور خاں پر ایسا چھاپا مارا کہ اُس کو ہمیشہ کے لئے گورستان کی خوابگاہ میں چین سے سُلا دیا +

خلاصہ - ہر دو شعر گذشتہ کا یہ شعر ہے ؎

کیسی کیسی صحبتیں خواب پریشاں ہو گئیں   کیسی کیسی صورتیں آنکھوں سے پنہاں ہو گئیں

زہے دولت کز امکان ہدایت یافت خاقانی   کنوں صد فلسفی فلسے نیرزد پیش امکانش

امکاں کے معنے یہاں قدرت - طاقت و توفیق کے ہیں - فلس - تانبے کا پیسہ - فلوس بالضم اس کی جمع ہے جس کو فارسی والے لفظ حور کی طرح اکثر مفرد استعمال کرتے ہیں +

ترجمہ - کیا ہی عمدہ دولت ہے جو خاقانی نے ہدایت ازلی کی مدد سے پائی ہے - چنانچہ اب وہ (یقینی عادم اُس کو حاصل ہیں) کہ بڑے بڑے فلسفہ دان بھی اُس کے سامنے کوڑیوں کے مول بکتے ہیں - یعنی کچھ حقیقت نہیں رکھتے +

خلاصہ - جو حلاوت ایمان اور محبت الٰہی میں رکھی ہے وہ عقل کے ڈھکوسلا چلانے والوں کو نصیب نہیں ہوتی +

توئی خاقانیا طفلے کہ استاد تو دیں بہتر   چہ جائے ژند و استا ہست باز نشت حرانش

ژند و استا - غالباً پچھلے صفحوں میں پڑھ چکے ہو گے - حرّان بتشدید راء مہملہ علاقہ شام میں ایک شہر کا نام ہے جو آتش پرستوں کے پیغمبر زردشت کا مولد ہے حرّان کی جگہ نیران کا بھی ایک نسخہ ہے اور نیران جمع نار بمعنے آتش ہے گو لفظاً مناسبت رکھتا ہے - مگر چنداں دلچسپ نہیں ہاں باضافت یاد نے ملائست اسس کی توجیہ ہو سکتی ہے - ضمیر شین ژند و استا کی طرف راجع ہے اور استاد کی طرف بھی ہو سکتی ہے -

ترجمہ - خاقانی! تو وہ متعلم ہے کہ جس کا اُستاد مذہب ہی بھلا معلوم ہوتا ہے - ژند واستا کی معہ زردشت حرّان کے (اس استاد کے مقابلے میں) کیا حقیقت ہے؟

خلاصہ - یعنی باطل حق کے سامنے کیا ٹھیر سکتا ہے -؟

ہدایت ز اہل دیں آموز و قول فلسفی مشنو — کہ طوطی کاں ز ہند آید بجوئد کس ز خزرانش

خزران بتقدیم زا معجمہ بر راء مہملہ - ترکستان کے متصل ایک علاقہ کا نام ہے - اہل ایران کے نزدیک ہندوستان کا طوطی اچھا ہوتا ہے اساتذہ کے کلام میں طوطئے ہند کا ذکر اکثر پایا جاتا ہے - حافظ شیراز فرماتے ہیں ؎ شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند — زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود +

ترجمہ - تم خدا کا راستہ مذہب والوں سے سیکھو اور فلاسفروں کی اٹکل پچو باتیں نہیں سنو کیونکہ عمدہ طوطی جو صرف حدودِ ہندوستان ہی میں ملتا ہے علاقۂ خزران میں نہیں پایا جاسکتا +

خلاصہ - اہل فلسفہ ہمیشہ ٹامک ٹوئے مارتے ہیں - ان کی خرافات باتوں میں اہل حقیقت کے معارف و حقائق کا وِہ نہیں آتا +

تشریح - اہل فلسفہ ایسی ایسی باتوں میں بھی دخل دینے لگ جاتے ہیں جو احاطۂ عقل سے باہر ہوتی ہیں وہ ہر ایک چیز کی علت دریافت کرنے لگ جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ان کے مانے ہوئے اصول کے مطابق ہوگا وہ درست ہے ورنہ غلط - اسی بنا پر اکثر لوگ مذہب کو بازیچۂ طفلاں سمجھنے لگ جاتے ہیں اور اپنی محدود اور نامکمل فلاسفی پر انہیں اتنا گھمنڈ ہوتا ہے کہ کسی اور کی سنتے ہی نہیں - وہ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ بعض امور واقعی ایسے ہوتے ہیں جو صرف بذریعہ صفائے باطن تسلیم کرنے پڑتے ہیں - ہمیں اُن کے انکار کا کوئی حق حاصل نہیں ؎

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن — کہ جاہا سپر باید انداختن

یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ اگر زید کو ایک ریاضی کا مسئلہ سمجھ میں نہیں آسکتا تو وہ یوں بکنے لگے کہ یہ تو بالکل غلط ہے یوں سمجھنا چاہئے کہ مذہبی عقدے (جنہیں بساا وقات طبیعات کی دو چار کتابیں پڑھے ہوئے اَن نیچرل کہنے لگتے ہیں) اہل باطن کی مجلس میں بیٹھنے سے ایسے حل ہوتے ہیں کہ وہ کبھی کسی شک وظن سے دور نہیں ہوسکتے مگر جو لوگ اس حقیقت سے ناواقف ہیں - ہم انہیں کیا سمجھائیں صرف اتنا ہی کہ دینا کافی ہے کہ ؎

لطفِ مے تجھ سے کیا کہوں زاہد — ارے کمبخت تو نے پی ہی نہیں

فرائض بوز و سنت جو اصول آموز و مذہب داں — مجسطی چیست و اشکالش قلیدس کیست و اقرانش

فرائض - فریضہ کی جمع ہے جس کے معنے اس حکم کے ہیں جو خدا کی طرف سے واجب کیا گیا ہو - سُنّت پیغمبر صلعم کے قول و فعل کو بولتے ہیں - اصول سے مراد اصول علم کلام ہے جس میں مذہب کی نقلی باتوں کو عقل کے رو

سے ثابت کیا جاتا ہے۔ اور اصول سے اصول فقہ بھی مراد لے سکتے ہیں۔ **مجسطی** بکسر اول و فتح ثانی۔ علم ریاضی کی ایک کتاب کا نام ہے جس میں علوم ہندسہ (یوکلڈ) کے اصول اشکال کا بیان ہے۔ اس میں علم ہیئت علم حرکت اور مقادیر اشیا کی مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور اصل اس کتاب کا لکھنے والا حکیم بطلیموس یونانی تھا۔ مگر بعض نے حکیم اقلیدس کو اس کا جامع قرار دیا ہے۔ یہ کتاب پہلے تو یونانی زبان میں تھی مگر دول اسلامی کے مختلف زمانوں میں اس کے چند ایک ترجمے عربی زبان میں بھی ہو گئے۔ اب جو اس کا عربی ترجمہ فضلاء میں متداول ہے۔ وہ ایک بڑے زبردست فاضل حکیم نصیر الدین طوسی کا ترجمہ ہے جس نے کئی ایک کتابیں فلسفہ اور علم ریاضی میں لکھی ہیں اور جس کی کتاب اخلاق ناصری بھی ہے۔ **اقران**۔ قرن بالکسر کی جمع ہے جس کے معنے ہمسر کے ہیں +

ترجمہ۔ فرضوں کا پابند ہو جا اور پیغمبر کے طریق پر چل اور اصول کو سیکھ اور مذہب کی حقیقت کو خوب سمجھ (اور یہی کافی ہے) بھلا مجسطی اور اس کی اشکال کیا بلا ہیں؟ اور اقلیدس اور اس کے دوسرے ہمسر فلاسفر کس باغ کی مولی ہیں +

نمازت را نمازی کن بہفت آب نیاز ار نے ۔۔۔ نمازے کانچنیں نبود جنب خوانند اخوانش

نمازی کردن۔ دھونا۔ پاک و صاف کرنا۔ مولوی نظامی فرماتے ہیں ؎ بخون روے دشمن نمازی کناں
ہفت آب سے مراد ہفت دریا ہیں اور دریا فارسی زبان میں سمندر کو بھی بولتے ہیں ؎ ز دریاے عماں برآمد کسے۔ ہفت دریا مفصلہ ذیل ہیں۔ بحر اخضر۔ بحر عمان۔ بحر قلزم۔ بحر احمر۔ بحر اوقیانوس۔ بحر روم۔ بحر اسود۔ بعض نے کسی قدر تغیر و تبدل کے ساتھ ہفت دریا کو قلمبند کیا ہے۔ کچھ ہو یہاں ہفت دریا سے مفہوم کثرت کا پیدا کرنا مقصود ہے۔ سعدی شیرازی فرماتے ہیں ؎

سگ بدریاے ہفتگانہ بشو ۔۔۔ چونکہ تر شد پلید تر گردد

جُنب۔ بضمتین۔ بے غسل آدمی یعنی ایسا مرد یا عورت جس کو غسل کرنا ضروری ہو۔ یہاں پلید سے مراد ہے۔ **اخوان** سے اہل اخلاص مراد ہیں۔ یہاں اس طرح اس کا استعمال ہوا ہے جس طرح اردو میں بولتے ہیں۔ بھلا یار لوگ تو کیوں ماننے لگے +

ترجمہ۔ غایت عجز و نیاز کے پانی سے اپنی نماز کو پاک و صاف کر دے۔ ورنہ وہ نماز جو اس طریق سے ادا نہ کی جائے اُس کو اہل اخلاص پلید سمجھتے ہیں +

خلاصہ۔ عبادت میں خشوع و خضوع ضروری ہے ورنہ عبادت عبادت نہیں +

نمازی نیست گرچہ ہفت دریا اندروں دارد ۔۔۔ کسے کاندر پرستش ہست ہفت اندام کسلانش

ہفت اندام سے مراد مفصلہ ذیل سات عضو ہیں - سر - سینہ - پیٹ - دونو ہاتھ - دونو پاؤں بعض نے ہفت اندام سے ذیل کے سات عضو مراد لئے ہیں - آنکھ - کان - زبان - پیٹ - شرم گاہ - ہاتھ - پاؤں اس مقام پر یہ پچھلے معنے زیادہ چسپاں ہو سکتے ہیں - کسلان بفتح اول - کاہل و سست آدمی کو کہتے ہیں - قرآن مجید میں منافق نمازیوں کے بارہ میں یوں وارد ہے واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالی یعنی (جب وہ نماز کا ارادہ کرتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر اُٹھتے ہیں) جیسے مجبوراً کسی سے کوئی کام کرایا جاتا ہے - شعر کا مضمون اسی آیت سے لیا گیا ہے +

ترجمہ - وہ شخص نمازی ہی نہیں جو ادائے فرضِ عبادت میں نہایت کاہل اور سست ہو گو اُس کے دل میں سات سمندر موجود ہوں یعنی کتنا ہی آلایش گناہ سے پاک کیوں نہ ہو +

فقیہے بہ ز افلاطوں کہ آنکش چشم درد آئد یکے کحّال کابل بہ ز صد عطار کرمانش

فقیہ - علم فقہ کا جاننے والا - کحّال - بتشدید ہاء سرمہ کش یعنی وہ شخص جو لوگوں کو سرمہ آنکھوں میں لگانے کے لئے دیتا پھرے - شاعر کے زمانہ میں شائد کابل میں یہ دستور بہ نسبت اور شہروں کے زیادہ ہوگا ورنہ تمام بڑے بڑے شہروں میں کم بیش اس قماش کے لوگ دیکھے جاتے ہیں - کرمان - ایران کا مشہور شہر ہے +

ترجمہ - ایک علم فقہ کا عالم (جو دوسروں کو شریعت کی راہ بتاوے) افلاطون سے جو بڑا زبردست فلاسفر تھا زیادہ اچھا ہے کیونکہ جس شخص کی آنکھ دُکھنے آئے اُس کے واسطے کابل کا ایک سرمہ کش کرمان کے بیسیوں عطر فروشوں سے بھلا ہے (کیونکہ اس کے مرض کی دوا عطار کے پاس نہیں ہو سکتی)

نمازے کز سہ علم آرد فلاطوں - پیرہ زن بینی کہ یک دم چار رکعت کرد و حاصل شد دو چند انش

سہ علم - علم طبعی - علم ریاضی - علم الٰہی - بعض موقع پر خبر یا جزا کو بوجہ عام ہونے کے محذوف کر دیا کرتے ہیں - فردوسی کہتا ہے ؎ اگر بر درختِ برومند جاے نیابم کہ از بر شدن نیست راے - یعنی اگر بر درخت برومند جاے نیابم معذورم - حذف خبر کی مثال - منت خداے را عزوجل یعنی منت شایان است خداے را بناءً علیٰ ہذا اس شعر کی صورت ترکیبی یوں ہوگی + نمازے کہ افلاطون از سہ علم آرد ہیچ نیست - پیرہ زنے را بینی کہ در یک دم چار رکعت گزارد و بدو چند ثواب فائز گشت +

اصل کتاب میں بجائے دو چند انش کے دو جنوانش کا نسخہ لکھا ہے اور حضرت محشی اس کے معنے کسی کتاب کے حوالہ سے ایک دیو کے لکھتے ہیں جس نے افلاطون کو ہلاک کیا تھا - مگر مجھے تو یہ لفظ کہیں سے نہیں ملا - واللہ اعلم بالصواب +

ترجمہ - افلاطون جو نماز اپنی تین علموں سے ادا کرتا ہے (یعنی خلقائی عالم میں غور کرکے ذات باری کا پتہ

لگا تا ہے) بمقابلہ ایک بڑھیا کی نماز کے بالکل ہیچ ہے جو ایک دم میں چار رکعت ادا کر کے اُس سے دُگنا ثواب حاصل کرتی ہے۔ اس شعر کی ایک اور بھی تقریر ہو سکتی ہے اور وہ یوں ہے کہ لفظ گز کو گر حرف شرط سمجھیں جو غالباً تصحیف سے گز لکھا گیا ہے۔ تقریر یوں ہوگی کہ اگر افلاطوں اپنے تین علموں کو نماز سمجھتا ہے۔ تو پڑا سمجھے خاک بھی نہیں (یہ جملہ شرط کی جزا ہے جو محذوف ہے) ایک بڑھیا کو دیکھو کہ الخ

دو کون امروز دکانیست کحّال شریعت را — کہ خود کحل الجواہر یافتند انصار و اعوانش

اَنصار۔ مددگار لوگ +

پیغمبر خدا صلعم جب مکہ چھوڑ کر مدینہ کی طرف تشریف لائے تو اس وقت ایک گروہ مسلمانوں کا حضور کے ساتھ ہجرت کر آیا تھا جو مہاجرین کہلانے لگے اور جن لوگوں نے مدینہ میں حضور کے ساتھیوں کا کمال محبت دعزت کے ساتھ استقبال کیا اور ہر طرح اُنکی خاطر و تواضع کی اَنصار کہلائے۔ اَعْوان۔ انصار کا ہم معنے ہے کحّال شریعت سے پیغمبر خدا صلعم مراد ہیں۔ کحل الجواہر۔ وہ سرمہ جس میں جواہر یا مروارید پیسے جاتے ہیں +

ترجمہ۔ ہر دو جہان آج کحّال شریعت یعنی بانی شریعت علیہ السّلام کی دُکان ہیں چنانچہ آپ کے سب ساتھیوں یا مذہب کے حامیوں نے اس دکان سے (چشم بصیرت کے لئے) کحل الجواہر حاصل کیا ہے +

بہ بند ار کحلِ دیں خواہی کمر چوں دستۂ ہاون — بہ پیش آنکہ ارواحند ہاون کوب دکانش

ہاون و دستۂ ہاون مشہور لفظ ہیں۔ ارواح چونکہ غیر مادی حقایق کا نام ہے اس لئے فرشتگان کو جو بسیط محض ہیں اس لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ہاون کوب۔ اُس شخص کو بولتے ہیں جو پساریوں یا طبیبوں کے پاس دوائی کوٹنے وغیرہ کا کام کرتا ہے یہاں خادم سے مراد ہے +

ترجمہ۔ اگر تجھے چشم بصیرت میں دین کا سرمہ لگانا مقصود ہے تو دستۂ ہاون کی طرح اس شخص کے سامنے خدمتگاری کے لئے مستعد ہو جا کہ جس کی دُکان پر فرشتگان بھی ہاون کوبی کا کام کرتے ہیں +

ہمہ گیتی است بانگ ہاون اما نشنود خواجہ — کہ سیماب ضلالت ریخت اندر گوش خِذ لانش

خِذلان۔ بالکسر بے بہرہ رہنا۔ کسی کام سے ہٹ رہنا۔ چھوڑ جانا۔ لفظ خواجہ کا استعمال اہل زبان اسی طرح کیا کرتے ہیں جس طرح اردو والے لفظ میاں صاحب کا۔ شین گوش کا مضاف الیہ ہے +

ترجمہ۔ تمام دنیا ہاون کوبی سے گونج اٹھی ہے مگر میاں صاحب کو کچھ خبر ہی نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ بدنصیبی نے اس کے کانوں میں گمراہی کا پارہ بھر دیا ہے +

خلاصہ۔ یعنی ہر طرف اس دین کی تعلیم پہنچ چکی ہے۔ مگر کم بختوں کو اس طرف توجہ نہیں ہوتی +

فلک ہم ہاونِ کحلے است گردہ سرنگوں گوئی — کہ منع کحل سائی را نگوں کردند زیں سانش

کردہ سرنگوں۔ہاون کھل سے حال واقع ہؤا ہے +

ترجمہ۔ آسمان بھی سرمہ پیسنے کا ایک ہاون (کھرل) ہے جو الٹا کیا گیا ہے اور اس غرض سے کہ سرمہ نہ پیسا جائے اس کو اس شکل میں سرنگوں کر رکھا ہے +

تشریح۔ شاعر نے اِدّعاءً آسمان کو سرمہ پیسنے کا ظرف مان کر اس پر اہل زمانہ کی غفلت کا ذکر کیا ہے جس کو پچھلے شعر میں بھی شلوۃً بیان کیا ہے۔ شعر کی توجیہ یوں ہو سکتی ہے کہ ہر دو عالم کی بعض چیزیں تو بجائے خادم دکان شریعت ہیں اور بعض اسباب دکان سمجھی جاتی ہیں۔ غرضیکہ کوئی چیز ایسی نہیں جو بالواسطہ یا بلاواسطہ دکان شریعت سے تعلق نہ رکھتی ہو۔ حتے کہ آسمان بھی منجملہ اسباب دکان ہے چنانچہ وہ سرمہ پیسنے کا ظرف (کھرل) ہے (اس کی رنگت اور بناوٹ کے لحاظ سے ایسا کہا) مگر چونکہ سرمہ لگانے والے لوگ کم ہو گئے ہیں اس لئے اب سرمہ پیسنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔یہی وجہ ہے کہ (کھرل) الٹا کر کے رکھا گیا ہے +

خلاصہ۔ اہل زمانہ مذہب کی طرف سے غافل ہو گئے ہیں +

بعض نے اس شعر کی توجیہ یوں کی ہے کہ قبل از نزول شریعت آسمان سرمہ سائی کیا کرتا تھا مگر اب کھل شریعت نے اس کو بیکار کر دیا ہے +

ظاہر ہے کہ اس تقریر کو کوئی بامذاق آدمی قبول نہیں کر سکتا +

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب،

یکم جون ۹۹ء

اعلان

یہ کتاب مفصلہ ذیل مقامات پر فروخت ہوتی ہے

مولوی اصغر علی صاحب ایم او ایل پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

لائبریرین صاحب انجمن حمایت اسلام لاہور دروازہ شیرانوالہ

مولوی علی محمد و رام دتہ مل تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور

اطلاع

تحفہ شہید نمبر ۱
صداقت دھرم آریہ
بجواب
رسالہ صدقہ جاریہ
مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر شہر میں طبع ہو کر شائع ہوا
(علاوہ محصول ڈاک)
उर्दू संग्रह
पुस्तक का नाम सदाकत धर्म आर्य
लेखक पन्डित लेखराम आर्य
प्रकाशन वर्ष 1907
आगत संख्या 1010
1010;U

اوم

صداقت دھرم آریہ

بجواب

رسالہ تحفۂ جاریہ

اس ۹۲ صفحہ کے رسالہ میں مولوی صاحب نے کئی صفحہ فضول اور بے تعلق عبارت سے بھر دئیے ہیں جن کا نفس مضمون سے نہ تعلق متعلق ہے اور نہ کسی طرح کا واسطہ - لکھنے کا طریقہ بھی اُن کا احسن نہیں - سب سے بڑا خیال اُن کا اپنی شیخی بگھارنے سے معلوم ہوتا ہے وہ اپنے کو شیر ببر اور آریوں کو لقر یعنے گائے لکھتے ہیں ہم ایسا وحشی درندہ - مردم خور بننے کی تمنا نہیں کرتے مولوی صاحب ہی کو یہہ درندگی مبارک رہے *

من آں مورم کہ در پایم بمالند	نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکر این نعمت گذارم	کہ زور مردم آزاری ندارم

بنابران اپنی خاکساری سے ہی اُن کی خونخوارگی کا مقابلہ کرتے ہیں اور اُن کے اعتراضوں کی اصلیت کا موازنہ سلسلہ وار اُن کی غلطیوں کو دنیا پر ظاہر کریں گے اور مفصل طور پر اُن کے مذہب کی کمزوریوں کو سمجھا کر صداقت ویدک دھرم ناظرین کے سامنے دھرینگے - ہم انکی طرح نہ تو شیخی بگھارنا جانتے ہیں اور نہ بدزبانی کرنا اپنا شیوہ ہے پس

زباں کھولینگے ہم پہ مدعی کیا بدشعاری سے	کہ ہم نے اُن کے منہ میں خاک دھر دی خاکساری سے

قیمت اول حصہ دوم اریہ

فصل اول

ماہیت روح کا بیان

مولوی صاحب نے صفحہ ۱۰۱ میں اپنی لیاقت جتانے کے واسطے لفظ روح کے چند معنے لکھے ہیں اور غالب ہے کہ یہ بہت سے معنی الفاظ منتہی الارب میں ہوں واسطے کہ اگر کتاب کا نام لکھیں تو کہیں لیاقت کو داغ نہ لگجائے جس کتاب سے یہ تمام معانی نقل کئے اُس کا نام ہی نہ لکھا مگر ہم ناظرین کو بتلاتے ہیں کہ اُن کی ساری عبارت بجنسہٖ بعد دیگرے غیاث اللغات ردیف ر صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱ کی نقل ہے جو مولوی صاحب کی لیاقت یا علمیت سے اُسکا کوئی تعلق نہیں اور نہ روح کے تمام معنوں سے ہماری بحث ہے۔ نفس ناطقہ یا روح انسانی جسکی ذریعہ سے جسم حرکت کرتا ہے ہمارا مطلب اوس سے ہے اور اُسی کی بابت ہم نے تکذیب براہین احمدیہ میں ثبوت پیش کئے تھے پس مولوی صاحب نے قرآن شریف سے جو روح کے ثبوت دیئے ہیں یا اوس کی ماہیت بتلائی ہے اوس پر ہم غور کرتے ہیں :

۱۰۱-۱۰۲ مولوی۔ روح نزدیک علمائے دین و فقہائے شرع متین کے ایک امر ہے الوہیا ہے اور جلال قدسیہ سے ظاہر ہے قرآن مجید کی فرقان حمید کی اس آیت متبرکہ سے ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔ شان نزول اس آیت کا یہہ ہے کہ ابن مسعود صحابی فرماتے ہیں کہ پھرتا تھا میں ساتھ رسول کے مدینہ میں اور آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے عصا سے پس گذرے آپ قوم یہود پر اور پوچھا اُنہوں نے روح کو روایت کیا اس کو بخاری نے میں کہتا ہوں پس اُتری یہہ آیت "

حاصل مقصود آیت کا یہہ ہے کہ سوال کیا تھا۔ یہودی رسول سے روح کا پس جواب دیا الہہ جل حکمتہ نے کہ اے میرے حبیب مجھے پوچھتے ہیں تجھ سے جہال عرب بروجہ مجادلہ کے اور دریافت کرتی ہیں تجھ سے

ماہیت اس امر عظیم کی کہ سمجھنا اور معلوم کرنا اس کا موقوف ہے علم پر - پس صاف جواب ہے تو کہ روح ایک امر ہے امور ناظم الوجود سے اور لطیفہ ہے حکمت خلائق الجود سے اور کوئی امر امور الٰہیہ اور اس کے حکم غیر متناہیہ سے ایسا نہیں ہے کہ جسکی ماہیت سے تم آگاہ ہو جاؤ ؀

اس کے بعد معلوم کرنا چاہیئے کہ آریوں نے جو بسبب اپنی کم لیاقتی کے اس آیت کے معنے غلط سمجھ کر یہہ مطلب بیان کیا ہے کہ خدا خود قرآن میں یہہ خبر دیتا ہے کہ ہم نے محمد صاحب کو روح کا علم نہیں دیا بالکل غلط ہے - بلکہ آیت سے سائلین کی جہالت ثابت ہوتی ہے نہ کہ محمد صاحب کی -

اگرچہ - آپنے باوجود اس قدر طول فضول لکھنے کے بھی قرآنی کمزوری کا کچھہ علاج نہ کیا - اور نہ کر سکے - خود آپ کے بیان سے بھی یہہ تو ظاہر ہو گیا کہ محمد صاحب اپنی قرآنی الہامی آیت سے یہود کے خاص اعتراض کا کوئی جواب نہ دے سکے اور نہ اُن کی تشفی کر سکے - ۱۵ - ۱۸ - ۲۵ - ۴۰ روز تک سوچتے سوچتے بھی جب کوئی جواب نہ بن سکا تب ایک آسان حیلہ بنا کر پلہ چھوڑا یا افسوس کہ بس نہ چلا ورنہ سائل کا بالضرور سر کاٹ ڈالتے اور اپنے دل کا بخار نکالتے - حضرت منطقی صاحب! یہہ کسی حالت میں جواب نہیں اور نہ عاقلانہ خطاب ہے اور یہی وجہ تھی کہ علمائے اسلام اس بارہ میں ہر طرح سے حیران ہیں نہ راہ رفتن نہ روئے ماندن سرگردان ہیں نہ اس مسئلہ کو نگل سکتے ہیں نہ چھوڑ سکتے ہیں - کبھی یہود کو بے علم بناتے - کبھی توریت کو کلام مبہم ٹھہراتے اور کبھی روح کا ترجمہ بدلانے میں توجہ فرماتے ہیں تاکہ کسی طرح قرآن کے کج مج بیان کو سیدھا کر سکیں - ہم نے تکذیب براہین احمدیہ میں تفسیر حسینی کا حوالہ دیا تھا کہ "علم روح مخصوص است بعلم خدائیتعالی و غیر حق سبحانہ تعالیٰ کسے بدو دانا نیست"

اسی طرح نسخہ خبط احمدیہ میں بھی کئی تفسیروں کے حوالہ دئے ہیں مگر ابھی تک اندھا دھند محمد صاحب و قرآن کے مقلدین یہی کہتے چلے جاتے ہیں کہ آریوں نے اس آیت کے معنے غلط سمجھے محمد صاحب کو علم نہیں دیا گیا یہہ بالکل غلط ہے - مولوی صاحبان! - ہم پر آپ کیوں ناراض ہوتے ہیں اگر ناراض ہونا ہے تو اپنے مفسرین پر ہو جیئے اگر کوسنا ہی تو علمائے اسلام کو

کو سینے شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے "و حق آنست کہ در آینہ دلیلی نیست بر آں کہ حق سبحانہ تعالی مطلع گردانید دوست حبیب خود را بر ماہیت روح ہم"

(مدارج النبوۃ صفحہ ۵۶)

محمد صاحب تو محمد صاحب ہی تھے خود حضرت عرش آشیانی بھی جواب میں حیران و سرگردان ہیں اور ہمارے پرانے الہامی دوست مرزا قادیانی سر درگریبان - اب آپ ہی مراقبہ کرکے سوچئے تو سہی کہ آپنے کیا جواب دیا سوائے اس کے کہ

گوشت خاک ہم بر باد رفتہ باشد

پس مولوی صاحب کو صدقہ جاریہ لکھنے سے پہلے ضروری تھا کہ وہ سوچ لیتے

ہر کہ تامل نہ کند در جواب | بیشتر آید سخنش ناصواب
یا سخن آرائے چو مرد ہوشش | یا بنشین ہیچو بہائم خموشش

تمام مفسرین اسکی تشریح میں لاچار ہو کر یہی کہتے ہیں وابہم امرالروح وھو مبھم فی التوریۃ یعنے روح کا حال پوشیدہ کہا کیونکہ وہ توریت میں بھی پوشیدہ تھا - جب یہہ سوال حضرت سے ہوا تو ایک دن نہیں بلکہ بہہ روز تک کچھ جواب نہ بن سکا - اور جب لوگوں کے تکرار سے دق ہوگئے تو لاچار ہو کر کہہ دیا کہ امر ربی ہے اور امر ربی کی تشریح امام غزالی صاحب نے صاف طور پر کردی ہے کہ "جس چیز کا اندازہ اور مقدار نہو اسکو امر ربانی کہتے ہیں اور جو چیزیں اس جنس سے ہیں خواہ ارواح بشری ہوں یا ارواح ملائکہ ان کو عالم امر سے کہتے ہیں - پس عالم امر سے وہ موجودات مراد ہے جو حس اور خیال اور جہات اور مکان اور حیز سے خارج ہیں اور بسبب نہونے مقدار کی مساحت اور اندازہ میں داخل نہیں ہیں"

اسیطرح اس روحانی بھیہ سے محروم ہونیکے باعث اہل تصوف نے ہمہ اوست کہہ کر دامن چھوڑا یا ہے اور اپنے آپ کو خدا کہلایا - ویدک فلاسفی سے ناواقف ہونیکے سبب علمائے اسلام نے صرف اسی امر میں غلطی نہیں کی بلکہ عموماً تمام علمی مسائل میں وہ بے بہرہ ہیں ؂

(دیکھو نسخہ خبط احمدیہ (باب علمیت قرآن) - ہم نے تحقیق التناسخ میں روح کی قدیم ہونے اور مسئلہ تناسخ کی صحت کی بابت نہایت تفصیل سے بحث کی ہے اور بہت کچھ تکذیب اور نسخہ میں بھی درج کر دیا ہے - مولوی صاحبان اس روشنی کے زمانہ میں بھی نیستی سے ہستی کے جاہلانہ مسئلہ کو ترک نہیں کرتے اور نہ حرکت زمین کے قائل ہوتے ہیں پھر وہ ایسے روحانی مسائل کب سمجھ سکتے ہیں ؞

فصل دوم

در بیان قدامت روح

علم منطق اس واسطے ایجاد ہوا تھا کہ لوگ اس کے ذریعہ فکر صحیح کو فکر ناسد سے امتیاز کریں جیسا کہ لکھا ہے المنطق بکسر الطاء مصدر من النطق ومنها اسم علم وھو آلتہ قانونیتہ تعصم مراعاتھا الذہن عن الخطاء فی الفکر (از حاشیہ میزان المنطق) اور ایسا ہی تہذیب کے قسم اول میں ہے - اور فکر توجہ ذہن کی طرف مبادی کے اور مبادی وغاوی سے مراد ہے اور ذہن قوت مدرکہ ہے کہ جزئیات اور کلیات کا ادراک اُس سے متعلق ہے مگر افسوس کہ لوگوں نے اپنی غرض نفسانی کو پورا کرنا ہی منطق کا کام سمجھا سنسکرت کی نیائے میں ایسی گفتگو کو وتنڈا کہتے ہیں کہ جس میں حق و باطل کی تمیز کرنے سے کچھ غرض نہیں صرف گالی گلوچ سے مطلب اور فضولیات سے پریوجن ہے یہی حال بعینہ مولوی صاحب کا ہے وہ اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ صداقت کا اظہار ہو اور نہ ہی اس کا مادہ ہے وہ اپنے آپ کو باوجود اس قدر ناواقفی کے پورے چودہ مقالہ اقلیدس کا ماہر بتلاتے ہیں اور چند فقرات یاد کر لینے پر اپنے آپ کو معلم اول سے کم نہیں سمجھتے - صد حیف کہ گوسالہ ما پیر شد و گاؤ نہ شد - چنانچہ ہم ان کے اعتراضوں کے نمونہ بتلاتے ہیں ؞

۱۳ و ۱۴ **مولوی** - ہم تمہاری اِس بات کو مانتے ہیں کہ روح اگر قدیم نہو اور حادث ہو تو ضرور مادی ہوگی لیکن اِس امر کو نہیں مانتے کہ اگر مادی ہوئی تو مجرد نہ ہوگی کیونکہ شے کے مادی ہونے کے دو معنے ہیں ایک یہہ کہ مادہ محل ہو اور دوسری یہ کہ شی کو مادہ کے ساتھ کسی قسم کا تعلق ہو نہ یہہ کہ مادہ اُس کا جزو ہو اول معنے یعنے روح میں بیشک باطل ہیں - کیونکہ مادہ کا محل ہونا ضرور ترکیب کو چاہتا ہے - لیکن ہم یہہ معنے مراد نہیں رکھتے بلکہ ہم نے جو روح کو مادی کہدیا ہے صرف بلحاظ دوسرے معنے کے کہا ہے کہ چونکہ بدن جو کہ مادی ہو اُس کے ساتھ اُسکو ایک قسم کا تعلق ہے لہذا یہہ بھی مادی ہے"

آریہ - آپنے اِس پہلی دلیل میں کئی غلطیاں کی ہیں جب آپ اِس بات کو مانتے ہیں کہ روح اگر قدیم نہ ہو اور حادث ہو تو ضرور مادی ہوگی" اور پھر آپ لکھتے ہیں کہ اول معنے کہ وہ محل ہو یعنے روح میں بیشک باطل ہیں کیونکہ مادہ کا محل ہونا ضرور ترکیب کو چاہتا ہے -"

حضرت! جب مادہ کا محل ہونا ضرور ترکیب کو چاہتا ہے تو کیا مادہ کا محل ہونا صاف ظاہر نہیں ہے کہ ترکیب کو نہیں چاہتا؟ پس جس میں ترکیب نہیں وہ مرکب نہیں اور جو مرکب نہیں اُس کی پیدائش نہیں اور جس کی پیدائش نہیں وہ ضرور نا مادی ہو - مہاتما کرشن چندر جی نے بھی جس کی پیغمبری کا فتوحات مکی کے مصنف کو اقبال ہے بعد تحقیقات بسیار ایسا ہی فرمایا کہ

अजो नित्यो शाश्वतोयं पुराणो न हन्यते हन्यमाने शरीरे

کہ روح جسم کے ساتھ پیدا نہیں ہوتی وہ تو غیر مخلوق - قدیم - ازلی ہے اور یہی باعث کہ وہ جسم کے ٹکڑا ہونے کے ساتھ ٹکڑے نہیں ہوتی بلکہ باقی رہتی ہے پس یہہ آپ کی پہلی غلطی ہے -

پھر آپ لکھتے ہیں کہ ہم نے جو روح کو مادی کہہ دیا ہو صرف بلحاظ دوسرے معنے کے کہا ہے کہ چونکہ بدن جو کہ مادی ہو اُس کے ساتھ اُسکو ایک قسم کا تعلق ہے لہذا یہہ بھی مادی ہو - یہہ آپکا ایسا ہی اندھا منطق ہو جیسے کوئی کہے کہ چونکہ خدا کو جسم سے ایک قسم (صنعت و صانع) کا تعلق ہے یا رزق دینے کا تعلق ہے یا حاضر ناظر ہونیکا سمبندھ ہے - بنابراں خدا بھی مادی ہے - یا معلم کو

کو بیوقوف طالبعلموں سے دن رات کا واسطہ ہی لہذا وہ بھی جاہل ہی یا خدا کا رسول بھی اُمی ہی بنا بر ان خدا بھی اُمی ہی یا چونکہ بیجان ریلوے سے گارڈ کا تعلق ہے - بنا بران گارڈ بھی بے جان ہے - واہ رے ہمارے ارسطو مزاج مولوی صاحب آپ نے منطق میں کبری و صغری تو نہیں مگر مغالطہ کا باب ضرور پڑھا ہے پس یہہ آپ کی دوسری غلطی ہے *

اور جب آپ لکھتے ہیں کہ روح کا مادی ہونا باطل ہے کیونکہ علم الٰہی میں ثابت ہے کہ روح مجرد ہے ،، یعنی مجرد من المادہ اور جو چیز مجرد من المادہ ہی وہ مرکب نہیں چونکہ روح مادی نہیں مرکب بھی نہیں مجرد ہی بنا بران وہ کسی طرح حادث نہیں کیونکہ مادی و مرکب نہیں اور حدوث سوائے مرکب اور مادی کے اور کسی پر ہو نہیں سکتا اور یہی سبب ہے کہ روح انادی ہی - اور مولوی نوردین نے جو ہمارے اعتراضوں سے ڈر کر مان لیا ہے کہ روح مرکب من المادہ ہے وہ ان مولوی صاحب کے بیان سے اور بھی رد ہو گیا پس مستدل یعنے دلیل طلب کرنیوالے کا یہہ کہنا کہ روح حادث ہی باطل ہوا

۱۵- مولوی - روح حادث بالذات ہے اور قدیم بالغیر ہے اور جائز ہے کہ فیضان وجود روح کا اپنے فاعل سے مشروط ساختہ بدن کے ہو اس وجہ سے کہ بدن مستعد قبول تصرفات روح کا ہے اور روح اپنی ذات میں بدن سے بے پرواہ ہی لیکن وقت پیدا ہونے بدن کے پیدا ہو جاتی ہے اور بعد موت اور تخریب بدن کے باقی رہتی ہے اور یہہ بقا اپنی فاعل کی بقا سے ہی *

آریہ آپکا یہہ بیان بھی کئی طرح باطل ہے ۔ روح حادث بالذات نہیں ہی کیونکہ اُس کے اندر بقا کی خواہش ہے بلکہ وہ بقا مجسم ہے اور اس میں روحانیت کے سوا اور کچھہ نہیں وہ سراپا روح ہے پس وہ قدیم بالذات ہی نہ کہ قدیم بالغیر -

موت سے ہر ایک روح کو خوف ہونا جو اُس کا ذاتی سبھاؤ ہے بھی اُس کے قبل از جسم ہونے کی دلیل ہی چونکہ نیستی کوئی چیز نہیں اور نہ نیستی کا مالک کوئی خدا ہے پس روح

نیستی سے ہستی میں نہیں آئی بلکہ ہمیشہ موجود ہے - کیونکہ فنا اُس میں مطلق نہیں وہ مدرک بالذات و متصرف بالآلات ہو اسی واسطے وہ کبھی حادث بالذات نہیں کیونکہ روح حادث نیست ہونیوالی چیز نہیں اور نہ حدوث پذیر ہے وہ تو قائم بالذات ہے - اور چونکہ وہ حادث بالذات نہیں بنا برآں اُس کا قدیم بالنیجر ہونا خود بخود ثابت ہو گیا - کیونکہ آپ کے قول سے بہی ظاہر ہے کہ وہ اپنی ذات میں بدن سے بالکل بے پرواہ ہے -"

مولوی رومی مثنوی دفتر سوم صفحہ ۲۲۵ میں فرماتے ہیں -

"تا بدانی کہ تن آمد چوں لباس — رو بجو لابس لباسی را مبیس
روح دارد بے بدن بس کاروبار — مرغ باشد در قفس بس بیقرار"

آنریبل سر سید احمد خان نے کیا اچھا کہا ہے "اگرچہ اس چیز (روح) کو انسان کے بدن سے کچھ علاقہ ہے - مگر جب غور سے دیکھو تو باوجود اس علاقہ کے یہہ محض بے علاقہ ہے آدمی کبھی ایسا محو ہوتا ہے کہ سب چیز کو بھول جاتا ہے مگر اپنے آپ کو نہیں بھولتا اس سے خیال ہو سکتا ہے کہ گو انسان کا یہہ ظاہری بدن نیست بھی ہو جاوے مگر وہ چیز جو اس میں ہے جیسی ہو ویسی ہی ہمیشہ رہیگی پھر اگر وہ چیز چند روزہ ہو اور آخر کو نیست ہونیوالی ہے تو دل قبول نہیں کرتا کہ اُس ذات پاک دائم الوجود نے یہہ تمام عجائبات ایک ایسے فانی اور ناپائدار چیز کے لئے بنائے ہوں ؟ پس کچھ شبہ نہیں کہ وہ چیز بھی دائم الوجود ہے اور نیست ہونیوالی نہیں"

(تبئین الکلام ۱۸۶۲ء صفحہ ۱۵۷)

ہم اسجگہ آپکو ایک ادی نکتہ بھی سمجھا دینگے جو دین اسلام کی اصول کو بیخ و بنیاد سے اکھیڑ ڈالتا ہو اور سزا و جزا کے عملات کو تہ و بالا کرنیوالا ہے -

وھو ھذا

بفرض محال اگر روح ذات سے حادث ہے اور بقا اُس کے فاعل کی طرف سے ہے اور وہ خود کچھ بھی نہیں بلکہ فیضان وجود روح کا اپنے فاعل سے مشروط ساتھ بدن کے ہے

تو تمام اعمال نیک و بد کا فاعل خدا ٹھہرتا ہی بقول ایک فاضل کے۔

خود پیغمبر شد و پیام آورد	گشت خود کافر و نمود انکار
خود کند ساز ہر گناہ کہ ہست	خود کند باز توبہ استغفار

اور بقول ایک دوسرے دیندار محمدی کے۔

چو این بنیاد بد را خود تو کندی	گناہ خویش را برما چہ بندی
تو نیکی کنی من نہ بد کردہ ام	کہ بد را حوالت بخود کردہ ام

پس اعمال کا تعلق روح سے کچھہ نہیں رہتا بلکہ تمام بد و نیک اعمال کا مورد و مستحق وہی ٹھہرتا ہے اور جب سب سے بڑائی کرانیوالا وہی ٹھرا اور اُسی کی فیضان سے یہہ تمام خرابیاں ظہور پذیر ہوئیں تو انسان کا کیا قصور کہ جس سے وہ دائمی دوزخ میں محصور و مقہور رہی یا کمال معرفت سے دور ہو جاوے ہر ایک روح ایسے خدا بانی فساد و جہاد کو کہہ سکتی ہے ✤

بقول عرفی

یارب چہ عداوت ست با من	این کار کنان کبریا را ✤

اور اگر یہہ صحیح ہے کہ روح بروقت پیدا ہونے بدن کے پیدا ہو جاتی ہے تو صاف ظاہر ہی کہ بروقت فنا ہونے بدن کے فنا ہو جاتی ہے جس سے مسلہ سزا و جزا کا گاؤ خر ہو جاتا ہے اور بہشت و دوزخ کا پتہ نہیں لگتا اور نہ عرش و کرسی کا تختہ ملتا ہے جیسے چلنی کا نام گاڑی ہر پُرزے جدا ہو گئے چلنا بھی مفقود ہوا اور گاڑی بھی نہ رہی - مہاتما کرشن جی نے فرمایا ہے ✤

जातस्य हि ध्रुवो मृत्युर्ध्रुवं जन्म मृतस्य च

یعنی جو پیدا ہوا ہے وہ ضرور مریگا - اور جو مرا ہے اُس کا ضرور جنم ہوگا۔

غور کرو اُپرزوں کے اجتماع کا نام تصویر ہے پرزا جدا کردیں تصویر نہ رہے گی - منطق الطیر میں سیمرغ کی کہانی پڑھو تب آپ کو اپنی اور اپنے موہومی مربی کی غلطی سے بھی اقبال کرنا پڑیگا - ارسطو کی کسی کتاب کا آپ نے حوالہ نہیں دیا - صرف فرضی گپ ہانکدی ✤

بنابران ہم نے اوسکو آپ کا موہومی مربی لکھا - واضح ہو کہ محمدیوں نے اسلامی تعصب کے سبب اور خود یونانی تحصیل کرنے کے باعث یونانی کتابوں کے یا یونانی حکمت کے ترجمہ کرتے وقت بڑی غلطیاں کھائی ہیں - دیکھو واقعات سکندر اصل یونانی مورخ ایرین کے لکھے ہوئے اور اسلامی مورخوں کی تحریریں - اور یہی حال واقعات ارسطو کا کیا - ہماری تحقیقات سے جہانتک ہمکو معلوم ہوا ہے یہہ مذہب ارسطو کا نہیں ہے -

ارسطو پرمانوں کی بابت لکھتا ہے "تمام چیزیں یعنے مادی اشیا اوس سے پیدا ہوتی ہیں جسکا وجود قدرت میں ہے یعنی فسٹ میٹر (پرکرتی) سے پرمانوں سے نہ کہ اوس سے جسکا ظاہر وجود ہی یعنی اربعہ عناصر اور نہ نیستی سے - مادہ نہ تو پیدا کیا گیا اور نہ نیست کیا جاسکتا ہے بلکہ وہ پہلی غیر محدود چیز ہے - جس سے تمام چیزیں بنائی گئی ہیں اور جس میں کہ وہ سب آخر کار رل جائیں گی"

(ہسٹری آف فلاسفرس جلد ا صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ ۱۸۱۹ء)

اور روح کی بابت اس کا کوئی نوشتہ ایسا نہیں ہے جس سے یہہ کامل طور پر اخذ کیا جاوے کہ وہ کیا مانتا تھا یعنی فانی یا غیر فانی لیکن ممکن یعنی فانی ہونا اغلب ہے" (صفحہ ۲۸۵ ہسٹری مذکور) ارسطو کیا کوئی محقق بہی سوائے اعرابیوں کے حادث کو ابدی نہیں مان سکتا جسکا آغاز ہے - اس کا انجام ضرور ہے - بنابران روحوں کے حدوث ماننے سے اُن کا فانی ماننا بھی لابدی ہے اور اس سے بہشت و دوزخ کے وہمی اور خیالی حالات سارے کے سارے معدوم و نابود ہو جاتی ہیں:-

۱۷ و ۱۸ - **مولوی** اگر کہتے ہو کہ روحیں متعدد ہر ایک کی جداگانہ ہیں تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ کہ معنی روح کے کیا ہیں اور نیز اس کی ماہیت اور حقیقت کیا ہے تو ضروری یہہ کہو گے جوہر متعلق بالبدن یا کوئی دوسرے معنی اپنی طرف سے بیان کرو گے - بہرکیف وہ معنی سب حیوانات کی روح پر صادق آئیں گے مثلاً جوہر متعلق بالبدن جیسا کہ زید کی روح پر صادق آتا ہے اوسی طرح بکر -

خالد - اسپ - شیر - بقر - خچر - خر وغیرہ حیوانات کی روحوں پر بھی صادق آتا ہے اس سے
صاف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ ماہیت کل روحوں کی ایک ہی ہے جیسا کہ انسان زید - بکر وغیرہ افراد پر
صادق آتا ہے - اس سے صاف یہہ معلوم ہوتا ہے کہ کل آدمیوں کی ماہیت ایک ہی ہے اسی طرح یہہ
بھی سمجھا جاتا ہے کہ حقیقت کل روحوں کی ایک ہی ہے اس کے بعد ضرور ہے کہ کوئی امر ایسا ہونا چاہئے
جو ایک روح کو دوسرے روح سے تمیز دے کہ جس سے جدا ہنگی دونوں روحوں میں معلوم ہو کیونکہ
حقیقت کل میں مشترک ہے اور مابہ الاشتراک کے لئے مابہ الامتیاز کا ہونا ضروری ہے *
اور قاعدہ ہے کہ مابہ الامتیاز کی اُسی جگہ ضرورت پڑتی ہے جہاں کہیں کسی قسم کا اشتباہ یا خفا ہو
یعنی جس جگہ ہم ایک چیز کو دوسری چیز سے تمیز نہ کر سکیں اُسی جگہ ایسی چیز کی ضرورت پڑتی ہے
کہ جو اُن دونوں چیزوں میں تمیز کر دے اور ہم پر کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے - اور یہہ بھی قاعدہ
ہے کہ اشتباہ بلا اشتراک ہرگز پیدا نہیں ہوتا یعنی جب تک دو چیزیں یکساں نہ ہوں گی مشتبہ بھی
نہ ہوں گی - پس ثابت ہوا اس جگہ مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز اور یہہ مستلزم ہے ترکیب کو
اور ترکیب مستلزم ہے حدوث کو اور یہہ خلاف مفروض ہے - خلاصہ اس تمام تقریر اول
سے آخر تک یہہ ہوا کہ کل روحیں متحد ہیں حقیقت اور ماہیت میں کما مر - پس اگر قدیم ازلی اور متعدد ہوں
جیسا کہ تمہارا مذہب ہے تو ضرور مابہ الامتیاز ہوگا کیونکہ تعدد بلا امتیاز کے محالات عقلیہ سے ہے اور جہاں
مابہ الامتیاز ہے وہاں مابہ الاشتراک ضرور ہے اور جہاں مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک ہے
ترکیب ہے پس، اس سے ثابت ہوا کہ روحیں مرکب ہیں اور جو مرکب ہے حادث ہے - پس
ثابت ہوا کہ روحیں حادث ہیں حالانکہ تم نے فرض کیا تھا کہ روحیں قدیم ہیں *

آریہ - بیشک روحیں متعدد یعنی ہر ایک جدا جدا ہیں ایک روح دوسرے روح
کا حصہ یا جزو نہیں روحیں ذات میں سب چیتن ہیں جیسے کہ ذرات سب جڑھ ہیں -
آلپگیہ یعنے کم علم انسان ذروں کے حالات نہیں جانتا اور نہ روحوں کی ماہیت پہچانتا ہے مگر
علم کے ماہر فاضل لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ ذات عالم اور روحیں انادی ہیں - اور عدم یا حدوث

کوئی چیز نہیں اور نہ کسی چیز پر طاری ہوسکتا ہے کیونکہ کوئی چیز معدوم نہیں ہوسکتی۔

پروفیسر راسکو صاحب فرماتے ہیں "جب شمع جلتی ہے تو کیا ہوتا ہے آؤ ایک موم یا چربی کی بتی روشن کر کے دیکھیں شمع جوں جوں جلتی ہے دیکھو اسی کے باہر کا موم اور اندر کی بتی دونوں غائب ہوتے جاتے ہیں لو اب ساری بتی جل گئی اور اسمیں جسقدر موم اور سوت تھا سب کافور ہوگیا۔ بھلا یہہ تو بتاؤ کہ شمع کا موم کہاں گیا تم یہہ جواب دوگے کہ جل گیا اور اب نظر نہیں آتا۔ تو کیا وہ معدوم ہوگیا؟ نہیں مگر ہاں وہ تمہاری نظر سے غایب ہوگیا ہے اور اس سے یہہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ معدوم ہوگیا۔ دیکھو جب ریل گاڑی کسی مقام سے روانہ ہوتی ہے تو وہ ذرا سی دیر میں غائب ہوجاتی ہے اور پھر تمہیں نظر نہیں آتی۔ مگر تم یہہ کبھی نہیں سمجھتے کہ وہ معدوم ہوگئی بلکہ یہہ جانتے ہو کہ اگرچہ نظروں سے غایب ہوگئی ہے۔ مگر کہیں خراٹے بھرتی اُڑتی چلی جاتی ہوگی ایک دوسری مثال اور دیکھو۔ پیالے میں گرم گرم چائے ڈالو اور اوس میں مصری کی ڈلی چھوڑدو۔ دوچار ہی منٹ میں نظر سے غائب ہوجائیگی مگر کیا وہ مصری کی ڈلی معدوم ہوگئی؟ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ تو چائے میں گھل گئی۔ کیونکہ چائے پہلے میٹھی نہ تھی اب پیکر دیکھ لو کیسی میٹھی ہوگئی ہے اب آؤ اسی طرح بتی کے موم کا بھی پتہ لگائیں کہ وہ کہاں گیا؟ چلو اس کا حال نیچر حقائق موجودات سے دریافت کریں وہ ایسی باتوں کو خوب صحیح صحیح جانتے (صفحہ ۵) اور اسی طرح دیکھو صفحہ ۱۰-۱۵ تک جنمیں بڑے واضح دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ خواہ کوئی چیز کیسی ہی حالت میں کیوں نہ ہو وہ معدوم نہیں ہوسکتی نیستی سے ہستی اور ہستی سے نیستی کا مسئلہ بالکل باطل ہے اور ایسا ہی دیکھو پروفیسر بالفور سٹوارٹ صاحب کا علم طبعیات مطبوعہ ۱۸۹۰ء)

بیوقوف انسان ستاروں کے فرق کو نہیں جانتا اور نہ راگوں کی تفریق کو سمجھتا اور نہ رگوں کی حرکات کو۔ نہ ہوا کی رفتار کو۔ مگر عالم۔ نجومی۔ ڈاکٹر۔ علم ہیئت سے ماہر اور موسیقی دان نہ صرف ان سب امور کو ہی پہچانتا بلکہ آنے والے طوفان کی بابت پیشگوئی کرتا اور مرض کے واقعہ ہونے والے صدمہ کی خبر بتلاتا اور عالم بالا کے نشان لگاتا ہے اور ہر ایک میں

جدا جدا امتیز بھی کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر عقل کُل پرماتما اُن کا ممیز ہے مگر صرف عقلی نہ کہ خارجی۔ اسی طرح روحوں میں سوائے اس کے کہ فی الحقیقت جدا جدا ہیں اور وہ بالذاتہ ایک دوسرے سے علیحدہ طاقتیں ہیں۔کسی حالت میں ایک نہیں لیکن اُن کے مابہ الامتیاز و مابہ الاشتراک کو مادی آنکھیں نہیں جان سکتیں اور نہ متعصب طبیعتیں سمجھ سکتی ہیں کیونکہ انہیں روح کی ہستی کا سوائے اس کے کچھ بھی علم نہیں کہ اُس کے بدن میں رہنے سے انسان زندہ ہے۔ لیکن یوگی لوگ جنہیں تزکیہ نفس کے سبب تمام دقائق سے آگاہی اور صفائی باطن کے باعث تمام باریکیوں سے واقفیت ہو جاتی ہے وہ اس علم کو عالم کہلاتے ہیں وہ علم روح کے یہاں تک ماہر ہو جاتے ہیں جہانتک کہ ایک حاذق طبیب جسمانی امراض کا۔ روحوں میں بہ سبب اُن کے مختلف اعمال اور افعال اور نتائج اور طبائع اور ذخائر یادداشت کے عقلی مابہ الامتیاز ہے کوئی خارجی نہیں۔ جس سے ہم کسی عقل کے دشمن کو سمجھا سکیں۔ اور علاوہ برآں تمام روحوں کے حالات سے سوائے عقل کُل پرماتما سرب دیاپک کے کوئی آگاہ بھی نہیں۔ کیونکہ کوئی انسان سرب ویاپک نہیں اور یہی سبب ہے کہ الپگیہ اور ایک دیشی ہے آپ فرماتے ہیں کہ جو صفت بادشاہ کے روح کی ہے وہ غلام کی نہیں ہے ،، (صفحہ ۱۶) مولوی صاحب یہاں آپ نے بالکل سیدھی راہ چھوڑ دی اور جان بوجھکر حق سے روگردانی کی یا فی الحقیقت بھول گئے ۔ بادشاہ اور غلام کی روح میں جسمانی تفریق کے سوائے کوئی خارجی فرق نہیں ہاں چونکہ وہ بالذاتہ دو روحیں ہیں وہ کسی حالت میں ایک نہیں جیسی اُن کا جسمی مادہ ایک نہیں۔ ویسے ہی اُن کے روح ایک نہیں۔ اُن میں جو کچھ فرق ہے وہ گذشتہ اعمال کے سبب سے جو کہ تناسخ کا لازمی نتیجہ ہے۔ ورنہ ماہیئت ارواح غلام و بادشاہ میں کوئی فرق نہیں وہ دونوں برابر کی روحیں ہیں۔"

ایک فاضل نے لکھا ہے:۔

بادشاہے رو بسوئے صید کرد	ماند لشکر دور از او مانند گرد

خواست تا در قریہ آید فرود ۔ چوں بہ میدان خیمہ و خرگاہ نبود

در خود آنجا شوکت و شانی ندید ۔ ہیچکس جز مرد دہقانی ندید

نزد او رفت و تملق پیش کرد ۔ گفت دہقاں کیستی گوم بگرد

گفت من فرماندۂ این کشورم ۔ در پئے صید جدا شد لشکرم

امشبم اینجا تو اذن خواب دہ ۔ لقمۂ نانے و جامے آب دہ

روستائی اعتنائے او نکرد ۔ استماع مدعائی او نہ کرد

زینت ظاہر چو از سلطاں رود ۔ در نظر شاہ و گدا یکساں شود

شاہ منت کرد بار دیگرش ۔ چوں نہ بود آنجا کسے فرمانبرش

عاقبت جا داد شب در کام خویش ۔ داد نان سفرۂ انعام خویش

صبح گفتش رہن احسانت شدم ۔ گرچہ شاہم از گدایانت شدم "

(از مثنوی حسن دہلوی صفحہ ۳۴)

اس کے علاوہ دیکھئے ناصر الدین سبکتگین کا حال جس کے واسطے مورخین نے لکھا ہے کہ سلطان ناصر الدین سبکتگین از غلاماں نفر دیقی فرمانروائے خراساں بود " اس کے سوائے غلاموں کی سلطنت کا حال پڑھیئے - ہزاروں غلام غلامی سے بادشاہ ہو گئے - اور ہزاروں بادشاہ شاہی سے غلام ہو گئے "

پس یہ آپ کی علمی و عقلی غلطی ہے انصاف کی بات یہہ ہے کہ بادشاہ اور غلام کی روح میں اعمال کے سوائے اور کوئی فرق نہیں - باقی رہا آپ کا یہہ لکھنا کہ جہاں مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک ہے وہاں ترکیب ہے، پس روحیں مرکب ہیں کہ یہہ کئی وجوہ سے باطل ہے - غور سے سنیئے - جہاں مابہ الامتیاز اور مابہ الاشتراک ہے وہاں صفات کی کمی بیشی کی ضرورت ہے اگر وہ مرکبات ہیں یعنی اجسام میں ہوں تو وہاں ترکیب کی ضرورت ہے لیکن اگر مفردات میں ہوں - تو وہاں ترکیب کی نہیں بلکہ ذاتی صفت ہوتی ہے - ایٹم یا پرمانوں پر ایک جدا جدا ہیں

مگر یہہ ترکیب کے سبب سے نہیں - بلکہ صفات ذاتی کے سبب کیونکہ اُن میں ترکیب مطلق نہیں - دیکھئے خدا اور روحوں کے درمیان چیتنیا یعنے مدرک بالذات ہونا مابہ الاشتراک ہے اور سروگیتا و الپگیتا مابہ الامتیاز تو کیا خدا میں ترکیب ہوگئی یا خدا مرکب ثابت ہوگیا یا جیو نعوذ باللہ من ہذا الخرافات -

اسی طرح محمد اور خدا - اور سرمد اور خدا - علی اور خدا میں ناموں کا اشتراک ہے - مگر مابہ الامتیاز جسم ہے - تو کیا خدا میں ترکیب یا تجسیم آگئی - اسی طرح مادہ اور خدا میں یا خدا - روحوں - اور مادہ میں ہستی یا موجودگی مابہ الاشتراک ہے - مگر جڑ ہونا - گیان کل - اور الپگیتا مابہ الامتیاز ہے - نظر براں روحوں میں خدا کی علمی منزلت کے مقابلہ میں مابہ الامتیاز ہے - اور ایک دوسرے سے بلحاظ اعمال کے مگر وہ عقلی یا ذہنی ہے - مادی یا خارجی نہیں - اور خدا کی سروگیتا کی دلیل ہے نہ کہ روح کی ترکیب کی - کیونکہ روح کا بدن میں حلول نہیں جیسا کہ عوارض کا جوہر میں اس لئے کہ وہ عرض نہیں ہے بلکہ وہ تو جوہر بذات خود یعنے بلا قیام بالغیر موجود ہے - وہ اپنی ذات اور صفات سے اپنے مالک اور اُس کے صفات کو پہچانتے ہیں اور ذہن پر پہچاننے میں کسی حواس کی طرف محتاج نہیں کیونکہ جن چیزوں کو اُس نے کماحقہ جانا ہے وہ حس میں آنے والے نہیں ہیں - انسان بتعلق جسم (شریر (سمبندھ) کی اوستھا میں قدرت رکھتا ہے کہ اپنی روح کو تمام مادی چیزوں سے بیخبر کردے - اس حد تک کہ سب تنوں سے بے تعلق ہو جائے* پس جس حالت میں کہ وہ بغیر شعور محسوسات کے اپنی قدرت کو جانتا ہے اور خدا تعالیٰ کی پہچان میں بالکل ہر ایک چیز سے مجرد ہے - تو قیاس صاف شہادت دیتا ہے کہ وہ شریر سے بالکل مستغنی ہے بدن یا شریر کا ہرگز محتاج نہیں*

بنابراں روح کی حقیقت اور اُس کا بذات خود قوم ہی معلوم ہو جانے کے بعد ممکن نہیں ہے کہ کوئی عاقل بالغ روح کو مجرد من المادہ نہ یقین کرے اور یا اُس کے انادی ہونے میں شک کرے اور قدیم نہ مانے ہاں نا اہل کی کیا کہنے وہ بقول سعدی کسی طرح مان نہیں سکتا کیونکہ

تربیت نا اہل را چوں گردگاں بر گنبد ست

۱۹- **مولوی** - معلوم ہو کہ جملہ خرابیاں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں۔ اس بات پر لازم آتی ہیں کہ ابدان کی پیدائش سے پہلے چند روحیں مانی جاویں۔

آریہ - قرآن مانتا ہے کہ اجسام کی پیدائش سے پہلے ارواح موجود تھے دیکھو مباحثہ میثاق اور دیکھو مریم ابنت عمران من احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا - اور اسی طرح ہر ایک روح کا ازل سے شقی وسعید ہونا بھی اس کے قبل از جسم ہونے کی شہادت ہے اور روح محمدی کا جھگڑا کہ وہ آدم سے بھی بہت پہلے خدا کی عبادت میں مصروف تھی۔

پھر حدیث میں لکھا ہے خلق اللہ الارواح قبل الاجساد بالفی عام۔

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ نے روحوں کو تمام اجسام سے پہلے دو ہزار سال پیدا کیا۔

ایک اور حدیث میں ہے:- انکم خلقتم للابد وانکم تنتقلون من دار الی دار

ترجمہ- تحقیق تم تقدیر کئے گئے ہو واسطے ہمیشگی کے البتہ تم انتقال کرتے ہو ایک جگہ سے دوسری جگہ کی طرف۔

سعدی کہتا ہے۔

الست از ازل ہمچناں شان بگوش | بفریاد قالو بلی در خروش۔

مدارج النبوۃ میں لکھا ہے بحر القرآن وحدیث ماکان ومایکون الی الابد پس معلوم شد کہ پیش از خلق قلم کا سے بودہ است وگفتہ اند کہ آں عرش وکرسی وارواح است" (دیکھو جلد دوم قسم دوم باب اول صفحہ ۲)

مشکوۃ میں ہے "بہ تحقیق ثابت شدہ است خلق ارواح قبل اجساد۔"
(جلد ہم فصل ا صفحہ ۴۹۹)

پس آپ ان تمام اعتراضوں کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔؟ اس جگہ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ قرآن اور احادیث اسلامیہ کے بارہ میں آپ کی رائے "سند" درج

کردی جاوے" کہ چونکہ قرآن اجسام سے پہلے روحوں کو مانتا ہے اس واسطے بقول مولوی عیسیٰ الحمید سکے جملہ خرابیاں اُس پر لازم آتی ہیں"

لیکن واضح ہو کہ قرآن پر زبردست اعتراضوں کے واقعہ ہونے کا یہہ باعث نہیں ہے کہ روحوں کو اجسام سے پہلے مانتا ہے - بلکہ وہ باعث یہہ ہے کہ وہ ایک تو روحوں کے بارہ میں صحیح تعلیم نہیں دیتا اور نہ وہ اوس کی ماہیت جانتا ہے -

دوم وہ مادہ کی بابت جو علمی و عقلی دلائل بلکہ تجربہ سے ثابت ہوچکا ہے کہ انادی ہے کچھہ صحیح نہیں جانتا ؛

سوم - وہ تمام دنیا خدا سے نکلی ہوئی یعنی ہمہ اوست یا ہمہ از وست کی بکردہ تعلیم دیتا ہے ؛

چہارم وہ تناسخ کے عالمگیر اور اظہر من الشمس مسلہ سے اچھی طرح واقف نہیں اور یہی باعث ہے کہ ڈانواڈول تعلیم دیتا ہے ؛

پنجم - اُسکی مکتی یا نجات - شہوت پرستی سے کچھہ بھی زیادہ نہیں اور فانی نجات کی طرف بہکاتا ہے

ششم - وہ شیطان کی گھنونی تعلیم سکھلاکر کعبہ پرستی کی جانب جھکاتا ہے علی ہذا القیاس -

ایسی ہی اور بھی کئی بواعث ہیں جن کے سبب علما لوگ قرآن کی تعلیم سے نفرت کرتے ہیں - علاوہ بران اُس کی آخری تعلیم کا نتیجہ ناستک - یا دہریہ یا ہمہ اوستی صوفی بننا ہے - ورنہ قرآن یا علمائے قرآن ان واضح مسایل کو اُسی قدر و منزلت سے دیکھیں جیسے کہ وہ لوگ ہیں یا جیسے وہ ہیں تو قرآن پر کوئی اعتراض عائد نہیں ہو سکتا - مگر یہہ کس طرح ہو سکے جب کہ انسانی کتاب کا غلطی سے پاک ہونا ہی ناممکن ہے - یہہ فخر اور سرفرازی یا فضیلت بلکہ شرف صرف الہامی کتاب کو زیبا ہے - جو تمام نقائص سے بری اور علم و عقل کی معاون بلکہ ہادی ہو اور کیونں نہ ہو اُس کا نام ہی وید مقدس ہے ایک شاعر نے کیا اچھا کہا ہے ؎

در ستائیش چوں کشایم لب کہ برق ناکسی ؛ منطقہ را آتش اندر خان و مان انداختہ

من کہ باشم عقل کل را ناوک انداز ادب ؛ مرغ اوصاف تو از اوج بیان انداختہ

مست ذوق خرقیم کز نغمۂ توحید تو — لذت آوازہ در کام جہان اندختہ

۲۰ - **مولوی** جو کہتے ہیں کہ عوارض اضداد اور متباین روحوں کی ہیں - جواب اُس کا ہم ارسطو سے دیں گے کہ اس صورت میں وہ عوارض سبب امتیاز اور تعین کے نہ ہوں گے کیونکہ نسبت اُن کو کل ارواح سے ایک ہی اور برابر ہے - پس یہہ کہاں سے کہتے ہو کہ یہہ عوارض ممیّز ہیں اس تقریر سے یہہ ثابت ہوا کہ روحوں میں تمیز عوارضات مفارقہ کی وجہ سے بہی حاصل نہیں ہو سکتی پس لازم آیا کہ قابل ارواح کے نہیں ہیں مگر ابدان - پس عدم سابق ابدان کا مستلزم ہے - عدم سابق ارواح کو اور وجود ان کا ان کے وجود کو - اور عدم لبعد الوجود اور وجود لبعد العدم مستلزم ہے تجدد اور حدوث کو پس ثابت ہوا کہ روحیں حادث ہیں ❊

آریہ بیشک عوارض اعمال کے سبب سے روحوں میں امتیاز عقلی ہے اور اُن کی چیتنا کے سبب سے ان میں ذاتی تفریق و امتیاز ہے اور چونکہ وہ بذاتہ مفرد ہیں یہی سبب ہے کہ وہ متباین یعنی ایک دوسرے سے بھی جدا ہیں - باقی رہا یہہ کہ عوارض کو نسبت کل ارواح سے ایک ہے یہہ غلط ہے کیونکہ اگر یہی بات ہوتی - اور ولی - عالم اور جاہل مطلق - گدہا - اور بھیڑ - سور - کتا - اسی طرح جبرئیل یا میکائیل کے ارواح سے اگر عوارض کو ایک ہی نسبت ہو تو مدارج کہاں سے آگئے اور مراتب کیوں بڑھ گئے - کن اعمالوں سے حضرت عزرائیل معلم الملکوت ہو گئے اور اُن کا اُستاد کون تہا جس نے اُن کو شیطانی کی تعلیم دی - اور کن اعمالوں سے یا اندھادھند فرشتہ بیچارے باوجود ارواح قدوس ہونے کے پہر بھی شاگرد ہی رہے - کن اعمالوں یا تفریق کے سبب سے قبل از پیدائش عالم لولاک لما خلقت الافلاک یعنے اے محمد اگر تجھے نہ پیدا کرتا تو زمین و آسمان کو نہ پیدا کرتا کا درجہ ملا علی ہذالقیاس یا تو سب مقرون و ملعون کو برابر یقین کرو ورنہ تفریق مدارج صاف صاف اعمال سالفہ کی شہادت ہے ایک شخص باوجود محنت شدید کے ناکامیاب رہتا ہے - دوسرا - تھوڑی محنت کر کے مطلب کو حاصل کر لیتا ہے ❊

پس ایسے منجلی اور منور بیان سے اگر عوارض یعنے اعمال کے سبب سے تفریق کوئی

نہ مانے تو وہ جانے اور اُس کی مرضی کرم کرنا روح کا سبھاؤ ہے اور وہ بغیر جسم کے کرم کر نہیں سکتی اور قابل ارواح کے نہیں ہے بجز ابدان - پس صاف ثابت ہے کہ روحیں بدنوں کے ساتھ متعلق ہوتی رہیں اور ہوتی رہیں گی کیونکہ جنیتا اور فعال باہمی لازم و ملزوم ہیں اور یہہ سلسلہ منقطع ہونے والا نہیں ہے بلکہ متوالی ہے کیونکہ روحیں اس بات کی متمنی ہیں اور عدم یا ایجاد یا حدوث کے الفاظ کا اُن پر اطلاق ہی محض بیہودہ ہے جیسے مالک کل و محیط کل پر حلول و اوتار کا - تمام روحوں کا ابدان سے تعلق اور سبھاؤ خود ہی جتلا رہا ہے کہ وہ بدنوں سے سابق بھی جدا تھے اور ذاتی تفریق کے علاوہ عقل تفریق خود ہی سلسلہ اعمال و ابدان یعنی ارواح کے قدیم ہونے کی گواہی دے رہی ہے نہ کہ معاذ اللہ حدوث کی ؛

آپ نے اسمیں ایک اور بھی فاش غلطی کی ہے - بفرض محال اگر ہم بھی مان لیں کہ بدنوں کا پہلے ہونا لازم پکڑنے والا ہے روحوں کے پہلے نہ ہونے کو - اور بدنوں کا پہلے ہونا لازم ہے روحوں کے پہلے ہونے کو - تو کیا لازم نہیں ہے - بدنوں کا تباہ ہونا روحوں کے تباہ ہونے کو اور بدنوں کو جل جانا - روحوں کے جل جانے کو - بدنوں کا ٹکڑے ہونا روحوں کے ٹکڑے ہونے کو - اگر یہہ سب لازم ہیں تو وہ بھی لازم ہے اگر نہیں تو نہیں -

پس اِس عقیدہ سے عوض ہمکو تسلیم کرانے کے پہلے خود دین محمدی اور اُس کے بہشت و دوزخ و میزان و پل و قیامت و قرآن و رسول شفاعت و خدا کے دیدار سے انکار کرو - پھر ہماری مقابلہ میں آؤ - ہم اچھی طرح ان عقائد کا بطلان اور ست ویدک دھرم کا دلائل و براہین سے ثابت کر دکھلائیں گے یہہ نہایت ہی بھدا اور بودا خیال ہے اور اونٹ چرانے والوں کا خیال ہے - جنکو کافور کے انبار و نمک کے انبار کی تمیز نہیں تھی ؛

مولوی صاحب ! روح کے حق میں شاستر میں لکھا ہے - نینم چھندنتی شسترانی - نینم دھتی پاوکا
نچ اینم کلیدیم نتا پونہ شوشیتی مارتہ جسکا ترجمہ فیضی نے کیا ہے -

نہ سوزد بآتش نہ آبش برد - نہ مستی نہ غفلت نہ خوابش برد

بدن بمثل آلہ اور لباس کے ہے پس جس نے اس طرح سے روح کی حقیقت اور اس کا بذات خود قیام وقوام معلوم کر لیا اُن کو بدن سے قبل روح کا ہونا یا انیک بار بدنوں سے انصال یا الگ ہونا ذرا بھی مشکل معلوم ہوگا۔ نہ متعلق ہونا محال معلوم ہوگا۔

دمبدم گر شود لباس بدل — صاحب آن لباس را چہ خلل

پس اخیر میں ہم آپ کو بقاعدہ منطقی قیاس اقترانی سے سمجھاتے ہیں۔

قیاس اقترانی وہ ہے کہ اوس میں نتیجہ بالفعل موجود نہ ہو بلکہ بالقوہ ہو یعنی نتیجہ کا مادہ صغری وکبری میں موجود ہووے *

مثال	صغری	کبری	نتیجہ
۱	العالم متغیر و مرکب -	کل متغیر و مرکب حادث	العالم حادث
۲	المادہ مفرد وغیر قابل تقسیم -	کل مفرد وغیر منقسم قدیم	المادہ قدیم
۳	الروح غیر متغیر ومجرد من المادہ -	کل غیر متغیر ومجرد من المادہ قدیم -	الروح قدیم
۴	المالک محیط الکل وعلیم کل وواحد -	کل محیط جملہ عالم وعلیم واحد قدیم	المالک قدیم

وہذا عقیدہ اہل الوید واصحاب آریہ سماج

مسئلہ تناسخ پر اعتراضوں کا جواب

جناب مولوی صاحب آپکا یہہ قول بالکل ٹھیک ہے کہ "روح بعد تخریب بدن یعنی موت کے تین حال سے خالی نہیں - یا تو وہ خراب ہوجاتی ہے - یا باقی رہتی ہے بلا کسی تعلق خاص کے - یا دوسرے بدن کے ساتھ متعلق ہو کر باقی رہتی ہیں - بطور تناسخ کے جیسا کہ مذہب عام ہنودوں کا ہے -"

چونکہ خراب ہونا روح کا مثل بدن کے بموجب اعتقاد فریقین کے غلط ہے پس اس پہ کچھ لکھنا فضول ہم بدلائل ثابت کرچکے ہیں کہ روح بعد تخریب بدن کے ہرگز خراب نہیں ہوتی کیونکہ وہ حادث ہے اور نہ مرکب - اور خرابی بجز حدوث و ترکیب کے کسی پر لازمی نہیں ۔

مولوی - دلیل اول رد تناسخ - ہم اوپر ثابت کرچکے ہیں کہ روح حادث ہے اور تناسخ مبنی ہے اوپر قدیم ہونے کے ۔ اور نیز واجب ہے اُس کے لئے شرط حدوث سے تاکہ تخلف معلول کا اپنی علت تامہ سے لازم نہ آسئے اور شرط اُس کی بدن کا حادث ہونا ہے کیونکہ وہی قابل روح کے ہے پس جب بدن پیدا ہوتا ہے اُسی وقت روح اُس میں پھونکی جاتی ہے جانب مبدا فیاض سے پس ثابت ہوا کہ تناسخ باصلہ و برأسہ باطل ہے -

آریہ - ہم آپ کی تمام دلایل کا رد اور اُس کے ساتھ ثابت کرچکے ہیں کہ روح قدیم ہے اور بقول آپ کے بدن کا حادث ہونا حدوث روح کی شرط ہے تو بدن کا فنا ہونا فنا کے روح کی شرط کیوں نہیں ؟ - سُنیئے صاحب بدن کے ساتھ روح کا ایسا تعلق ہے جیسا کہ مرکب سے راکب کا یا ریل سے گارڈ کا یا قلم کو کاتب سے - پس یہہ آپ کا خیال ایک موہومی حد سے کچھ بھی زیادہ نہیں

جسکا عقلی و عملی کوئی ثبوت نہیں بلکہ وہ خود مبطل کنندہ تمام عقائد اسلام ہے۔ غور سے سوچیئے۔ دوم آپکا
یہہ قول کہ جب بدن پیدا ہوتا ہے اوسی وقت روح اُسمیں پھونکی جاتی ہے " اگر نفس الامر
میں دیکھا جاوے تو اس سے بھی روح کا باہر سے آنا ظاہر ہوتا ہے بلکہ پہلے سے موجود ہونا بھی۔
اور آپ نے صفحہ ۲۵ پر روح کو قدیم بالزمان مانا ہے۔ مگر بدن ایسا نہیں روح مجرد ہے۔ بدن ایسا
نہیں روح چیتن ہے یعنی مدرک۔ پس بدن کی پیدائیش سے اُس کی پیدائیش کا تعلق نہیں جس
طرح بدن کے تغیر و تبدل سے اوسکو کوئی واسطہ نہیں اسی طرح بدن کی پیدائیش کا کوئی تعلق نہیں
یہہ تو ایسی اعرابیت کی بات ہے جیسے کہ مکان نے مکین کو پیدا کیا۔ یا لباس نے لباس والے
کو بنایا یا عدم سے وجود دیا۔ قلم سے کاتب نہیں بنتا۔ جس طرح یہہ تمام باتیں باطل ہیں۔ اسیطرح
بدن کی پیدائیش سے اُسے لباس اور لبیس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں۔ پس تناسخ درست ہی
اور صحیح اور حق ہے اور حدوث روح باصلہ و براسہ باطل ہے۔"

۴۳-۴۴ **مولوی** دلیل دوم ہر بدن کامل اس امر کی صلاحیت رکھتا ہے کہ باری عز قدرہ
اُس میں روح پھونکے۔ پس اگر دوسرے بدن کی روح اُس میں پھونکی جاویں گی تو لازم آئیگا کہ ایک
بدن کے ساتھ دو روحیں متعلق ہو جائیں۔ اور یہہ بدیہی البطلان ہے اگر کہتے ہو کہ بدن اُسی دوسری
کی روح کو چاہتا ہے اور صلاحیت بھی اُسی کی رکھتا ہے نہ کسی دوسری روح کی۔ اس کا جواب
یہہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ بدن خاص اُسی دوسرے بدن کی روح کو چاہتا ہے کیوں کسی اور بدن کی
روح کو نہیں چاہتا اور نسبت اُس کی خصوصیت کی اسی بدن کے ساتھ کیا ہے۔ یہہ بعینہ ترجیح بلا
مرجح ہے اور نزدیک حکماء فلاسفر کے ترجیح بلا مرجح باطل ہے۔

آریہ - آپ کی سمجھ اور دانائی کی ہم کہاں تک تعریف کریں۔ ہم نے بارہا دیکھ لیا
کہ آپ کو دلیل لانے سے پہلے عقل سے دشمنی کرنی پڑتی ہے۔ سچ ہے ؎

دیوانی کے مطلق العنانی ہے باعث مرگ ناگہانی

اصل بات یہہ ہے کہ جب قانون قدرت پر پورا عملدرآمد ہوتا ہے تب وہ

قادر مطلق اُس جسم میں روح ڈالتا ہے - جسم کامل نہیں بلکہ نطفہ کے ساتھ ہی روح جاتا ہے جس نطفہ سے روح کا تعلق نہیں ہوتا - اُس سے اولاد بھی نہیں ہوتی - باریتعالیٰ اسکو دانحو اسس نہیں کہ ایک میں دو روحیں پھونکے - ہاں یہی اعتراض سارا کا سارا قرآن اور پیروان قرآن پر وارد ہوتا ہے -

مولوی اسماعیل جیسے محمدی فاضل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہر ایک آدمی میں دو روحیں ہیں ایک مکانی - دوسری سیرانی - سیرانی وہ جو خواب کی حالت میں دور دراز جگہ میں تشریف لیجاتی ہے اور سیر فرماتی - اور مرگ کے بعد نکل جاتی ہے - مکانی وہ جو ہمیشہ موجود رہتی ہے اور مرنے کے بعد جسم کے اندر رہتی ہے وہی منکر و نکیر کے ساتھ قبر میں سوال و جواب کرتی ہے اور کراماً کاتبین سے بھی اُسی کا تعلق ہے اُسی کے ساتھ حشر و نشر ہوگا - اُسی روح کے ذریعہ سے جب قبر کے اوپر کنجشک بیٹھتی ہے تو مردہ جان لیتا ہے

بقول ایک لائق محمدی کے بیج -

کنجشک تشنہ بر قبر مردہ بداند مادہ نر -

اور اسی لحاظ سے مسلمان لوگ مردہ پیر فقیروں سے مراد مانگتے ہیں - اور قبر پرستی کرتے - بلکہ اُن سے مخاطب ہو کر پنجہ ملاتے اور بات چیت کرتے ہیں اور کہتے ہیں السلام علیکم یا اہل القبور -

دیکھا یہہ اعتراض عوض ہمارے سراسر محمدی اعتقاد پر دال ہے اور سراسر باطل خیال - دیکھ لیا آپ نے اِس خرابی کی سیل نے دیوار اسلام کی بنیاد کو کس قدر نیچے سے کمزور کرکے انہدام کی حد تک پہونچا دیا -

مرا خواندی و خود بدام آمدی نظر اسنچہ ترکن کہ خام آمدی

لیجئے ہم آپ کی غلطی کو ایک اور واضح طریقہ سے سمجھاتے ہیں - ہر بدن کامل اس امر کی صلاحیت رکھتا ہے کہ باریتعالیٰ اُس میں روح پھونکے اور وہ ایسا زبردست منتظم ہے کہ اُس کی انتظام میں کسی طرح کا گڑبڑ ہو نہیں سکتا کیونکہ نہ تو روحیں اُس کے حکم سے باہر ہیں - اور نہ

اب یہ بات یقینی طور پر ہو سکتی ہے کہ اجسام کی استعدادیں مختلف ہوں ۔ ایک جسم میں ایسی استعداد ہو جو روح مفارقہ کے مناسب ہو جو اول موجود تھا ۔ یہاں تک کہ وہ جسم اس نفس کے ہی تدبیر کے ساتھ مختص ہو اور نئے نفس کے فیض کا محتاج نہ ہو کیونکہ مثلاً اگر ایک حالت میں یہ دونوں دو نطفہ قبول نفس کے مستعد ہوں ۔ تو خدا سے اُن کی طرف دو روحوں کا فیضان ہوگا اور اُن دو نطفوں میں سے ہر ایک ایک روح کے ساتھ خاص ہوگا اور اس کا مختص ہونا اس میں نفس کے حلول ہونے کی جہت سے نہیں اس لئے کہ روح کا جسم میں عوارض کی طرح حلول ہی نہیں ہوتا بلکہ دونوں مستعد شریروں میں سے ایک قالب کا ایک روح کے ساتھ خاص ہونا اس مناسبت کے سبب سے ہے جو اُن کے مابین اوصاف کی جہت سے ہے اور ایسا ہی دوسرے بدن کا دوسرے روح کے ساتھ مختص ہونا ۔ پس جبکہ دو نفس متناسبہ میں یہہ اختصاص ہو سکتا ہے تو نفس مفارقہ میں جو اول سے موجود تھا اور نئے نفس میں کیونکر نہیں ہو سکتا بلکہ بطریق اول ہو سکتا ہے ۔ سو جب ایک جسم مستحق کو نفس مفارقہ کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی تو وہ جسم خدا ئے تعالیٰ سے نئی روح کے فیضان کا محتاج ہی نہیں ہوگا ۔ جب وہ محتاج نہ ہوا تو اُس پر نئی نفس کا فیضان بھی نہ ہوگا ۔ اس واسطے یہہ دلیل آپ کی بالکل ضعیف ہے ۔ آپ نے جو وہم لکھا یہ اصل میں بو علی سینا کا شک ہے ۔ جسکا امام محمد غزالی صاحب نے حل مسائل غامضہ یا حقیقت روح انسانی میں رد کر کے یہہ دلیل دی ہے ۔

(دیکھو صفحہ ۶۳ و ۶۴ سنہ ۱۳۰۱)

ہم آپ کو اس کا رد ایک اور طرح بھی سمجھاتے ہیں سنو !

خداوند تعالیٰ کی طرف سے جتنے جسم پیدا ہوتے ہیں وہ اگرچہ بلحاظ ترکیب یا ترتیب کی نئی قسم کے ہوتے ہیں ۔ مگر بلحاظ مادہ کے وہ اوسی قدیم مادہ سے بنائے جاتے ہیں ۔ جو سابق ازیں تمام جہان میں موجود ہیں ۔ پس جب تمام جسم اُسی پرانے اجسام کے مادہ سے تخریب

کئے جاتے ہیں نہ کہ کسی جدید یا دوسرے - اس واسطے ان میں ارواح بھی وہی آئیں گی جو پہلے موجود ہیں نہ کہ جدید اگر محمدی خدا جدید مادہ پیدا کرنے پر قادر نہیں جیسا کہ بخوبی ظاہر ہے کہ ازل سے ابد تک اسی مادہ موجودہ سے اجسام بناویگا تو بطریق اول جائز ہے کہ ان اجسام میں وہی روحیں داخل ہوں جو سابق میں موجود ہیں نہ کہ جدا پیدا کی جاویں جب تک خدا جدید مادہ پیدا نہ کرے جو سراپا محال ہے - پس جدید روح کا پھونکنا ہر طرح محال ہے کیونکہ نہ اُس کا وجود اور نہ وہ موجود بلکہ زسرتا پا نابود ہے - جس خدا نے بدن کو بنایا وہ جانتا ہے کہ ایسے ناقص یا کامل جسم کا بطریق اعمال فلانا روح مستحق ہے اور اُسی کے واسطے بناتا ہے پس اُس پر اُسی کو ارسال کرتا ہے نہ کہ کسی وہمی یا نابود وجود کو اُس کے سابقہ اعمال اُسی کو ایک نئے جنم کے واسطے تحریک کرتے ہیں - اور عادل مطلق خدا کو اپنے انصاف قدیم کے رو سے جائز ہوتا ہے کہ اوسے اوس جسم میں ڈالے کیونکہ وہ اُس کی مستحق ہے - پس یہ ترجیح بلا مرجح نہیں ہے بلکہ باہمی لازم و ملزوم ہونے کے سبب اُسکو اُسی بدن سے خصوصیت ہے - بنابران نہایت مستلزم ہے کہ اوس کو اُسی کے رو سے سزا و جزا دی جاوے نہ کہ کسی فضیل اور دور از قیاس دوزخ اور بہشت کے ذریعہ سے جو کسی طرح ممکن نہیں - لہذا تناسخ برحق اور یہی مطلوب تہا -

اور یہہ دلیل آپ کی کیوں باطل نہ ہو خود آپ بھی جتنی پہلی دلائیل حدوث روح پر دے چکے ہیں اون کو باطل مانتے ہی ہیں کیونکہ آپ نے خود ہی جنون میں آکر لکھدیا ہے "واضح ہو چونکہ دلیل حدوث روح کی بطلان تناسخ پر موقوف ہے اور بطلان تناسخ حدوث روح پر موقوف ہے اور یہہ بعینہ دور باطل ہے" (صفحہ ۴۴)

۴۴ - ۵۴ مولوی "اگر تناسخ پایا جاوے جیسا کہ مسلک فرقہ آریہ خصوصاً مدعی صاحب کا ہے تو البتہ وہ روح جو اس وقت مدعی صاحب کے بدن کے ساتھ متعلق ہے ضرور ہے کہ اس سے پہلے وہ کسی دوسرے بدن مثلاً دیانند کے بدن کے ساتھ

متعلق ہوگی اور اگر ایسا ہو تو بیشک وہ روح یاد کرے گی کہ میں اس سے پہلی دوسرے بدن میں تھی۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مدعی صاحب کی روح خوب جانتی ہوگی کہ میں فلاں فلاں جسم میں تھی اگر ہے تو ہم کو مطلع فرماویں اور بدیہات سی ہے کہ روح کو یہہ علم بالکل نہیں ہوتا پس کہاں رہا قاعدہ روح کے تناسخ کا۔

آریہ۔ یہہ آپکا فرض سراپا غلط ہے۔ کیونکہ سوامی دیانند جی اور یہہ نیاز مند دونوں ایک وقت میں موجود تھے۔ افسوس کہ آپ کو باوجود اس قدر شیخی مارنے کے اتنی تمیز بھی نہیں کہ کہ ایسی لپوچ اور ردی دلیل دینے سے آپ کی لیاقت پر لوگ کسقدر ہنسیں گے۔ ہاں اگر مثال دینی تھی تو اس طرح دینی چاہیئے تھی۔ کہ وہ روح جو اس وقت مثلاً مولوی عبدالحمید صاحب کے بدن سے متعلق ہے ضرور ہے کہ وہ اس سے پہلے کسی دوسرے بدن مثلاً محمد صاحب کے بدن سے تعلق رکھتی ہو تب البتہ مثال ٹھیک تھی۔ چونکہ مولوی صاحب مومن ہیں اور مومنوں کے حق میں محمد صاحب نے لکھا ہے اماہن اللہ والمومنون منی۔ یعنے میں خدا سے ہوں اور مومن مجھ سے ہیں۔ اور ہم نسخہ خبط احمدیہ صفحہ ۱۱۴۔ میں واضح شہادتوں سے بتلا چکے ہیں کہ سب کا مادہ نور محمدی ہے۔ اور خود محمد صاحب ہمارے خیال کے مطابق تناسخ کے قائل بھی ہیں۔ اور وہ فرما بھی گئے ہیں کہ میری امت سے بھی بہت لوگ بسبب گناہ کے بندر اور سوٌر بنیں گے علے ہذٰ القیاس پس ضرور ہے کہ ایسا ہو جیسا کہ ہم نے لکھا اور محمد صاحب نے لکھا خود خدا کو بھی تناسخ میں آنا پڑا۔ دیکھئے صوارم الہیات۔ بنابران تناسخ ہر طرح صحیح ہے اور آپ کا مفروض باطل۔

باقی رہا یاد نہ رہنے پر اعتراض اسکا جواب یہہ ہے کہ اس کو ماہران علم طب وسرجری خوب جانتے ہیں۔ آپ لوگ اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ مگر جہانتک ہوگا ہم سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ کلورا فارم کے سونگھانے یا مسمیرزم کے کرنے سے اگر بدن کے کسی حصہ کو کاٹ بھی دیں تو اسے خبر نہیں ہوتی؟ پورانی

آریہ یعنے وید یعنے حکیم اسی قاعدے سے پتھری نکالتے اور لاعلاج حالتوں میں مریض کے اعضا کاٹتے تھے (دیکھو سشرت کی کتاب) اور زمانہ حال کے ڈاکٹر لوگ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ اب مسمیرزم یعنے مالنک یوگ کا بھی ڈاکٹری میں پرچار ہو چلا ہے۔ اور نشہ وغیرہ کے سبب سے بھی بعض وقت یہی حال ہوتا ہے۔ مرض نسیان میں بھی تمام باتیں نسیا منسیا ہو جاتی ہیں اور بالکل یاد نہیں رہتیں اور یہی حال کمزوری دماغ میں ہوتا ہے۔ ہر روز خواب دیکھو پت یعنے عالم بیہوشی میں بھی کسی کو کوئی خبر نہیں رہتی۔ جب اتنے معمولی صدمات سے یہہ حال ہے تو اُس وقت جبکہ روح کو جسم سے بالکل لاتعلق ہونا پڑے کیا حال ہوگا؟ سنو! آدم کی روح کو داؤد سے وعدہ بھول گیا۔ ساری مسلمانوں کو یوم الست کا اقرار بھول گیا۔ نوح نبی کو شراب پیکر ننگا ہونیکا خیال نہ رہا۔ آدم کو بہشت میں خدا کا وعدہ بھول گیا۔ اسی واسطے بقول توریت مقدس کے لعنتی ہو کر نکالا گیا۔ مسیح یہودا اسکریوطی کو شاگرد بناتے وقت بھول گیا۔ موسیٰ نبی ہارون کی داڑھی پکڑتے اور توریت کی تختی توڑتے وقت بھول گیا۔ محمد صاحب کے یعنے اللہ کو کاتب قرآن بناتے وقت اُس کی تحریف کرنے کا خیال بھول گیا۔ حضرت جبرئیل بھی بھول گئے۔ علی کے بدلے محمد صاحب کو پیغمبر بنا دیا۔ طبقہ اول کے مسلمان شراب پیکر نماز میں لفظ لا بھول گئے۔ اسحاق پیغمبر نبوت دیتے وقت اور خدا ایسے آسمانی نبوت سے سرفراز کرتے وقت بھول گئے۔ جو نبوت عیسو کے بدلے یعقوب کو مل گئی۔ سب روحوں کو باستثناء چند مہاتما یوگیوں کے ۱۰ ماہ ماتا کے حمل میں رہنے کے زمانہ کی یاد بھول گئی۔ اور اسی طرح ۴ و ۵ سال کی بیرونی عمر کا حال بھی صحیح کسی کو یاد نہیں۔

حضرت علی کی بابت ذکر ہے کہ وہ نماز میں ایسے مصروف ہوتے کہ پاؤں کی درد کو بھول گئے۔ بقول شاعر

چوں بردن کو وندا ز پائیش خدنگ — شد ز خوں سجادہ او لالہ رنگ

از چناں دردو الم ایذا نیافت — بخیہ گر مرد ند و خبر اصلا نیافت

رفتہ بود از خوف حق ہوشش ز سر　　دیگر از پاسش چہاں ہیشہ خبر

اور یہی حال بلکہ اس سے زیادہ حیرانی کا مقام بھیشم پتامہ جی کی شہادت کا واقعہ ہے وہ بالکل بہ سبب کثرت یوگ کے جسم کی تکالیف سے آزاد ہو گئے تھے - باقی رہا یہ امر کہ آیا کسی کو یاد ہے یا نہ - اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سی یوگ سادھن کرنے والی روحوں کو یاد ہے جنہوں نے اپنی تصانیف میں ذکر بھی کیا -

حافظ کہتے ہیں :-

من ملک بودم و فردوس بریں جایم بود　　آدم آورد درین دیر خراب آبادم

فرید الدین عطار کہتے ہیں -

ہفتصد ہفتاد قالب دیدہ ام　　ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

فاضل زمانی یزدی اپنے آپ کو نظامی گنجوی کہتا تھا - اور تناسخ کا مذہب رکھتا تھا - اس کا قول ہے :-

در گنجہ فرو شدم چو پے دید　　از یزد بر آمدم چو خورشید

ہر کس کہ چو مہر بر سر آید　　ہر چند فرو رود بر آید -

مولوی مغربی صاحب دیوان مغربی میں فرماتے ہیں :-

صد بار جستہ ام بردن از حصار تن　　تا بہر جان خویش حصاری گرفتہ ام

شیخ مبارک شاہ سلجوقی نے فرمایا ہے :-

من یاد دارم زمانہ را کہ در بدن شدہ بودم

اسی طرح صدہا فضلا نے اس بات کا اقبال کیا ہے اونکو پچھلا بدن یاد ہے شاستر میں حکم ہے کہ یوگی پرش کو پچھلا یا پچھلے جنم بہت سے یاد ہوتی ہیں - ہم نے بشمار ثبوت تحقیق تناسخ میں دیئے ہیں - بس یہ اعتراض آپ کا سراپا فضول ہے آپ بیوجہ مبہوت نہ ہو جیئے اور خواہ مخواہ دخل در معقولات سے ہمارا وقت ضائع نہ کیجئے - اگر خدا نے انصاف و رشد کا مادہ

دیا ہے تو صداقت آمیز ستیہ دھرم کو قبول کیجیے اور شفاعت اور حور و غلمان کا خیال چھوڑ کر حبل المتین راہ حق جس کا نام مذہب معقول یعنے ویدک دھرم ہے اوسکو ہاتھ سے نہ دیجیئے - عربی کا لفظ انتقال خود تناسخ ارواح کی زبان حال سے شہادت دے رہا ہے ۔

۴۶ ۔ **مولوی** - اگر آپ فرماویں کہ تناسخ ہمارے مسلمات سے تو ہے تو محض غلط ہے کیونکہ جو مسلم ہے محتاج دلیل کا نہیں ہوتا ۔ پھر آپ کیوں دلیل سے تناسخ کو ثابت کرتے ہیں ۔

آریہ - یہ آپ کا قول حقیقت کو کافر تسلیم کر لینے کی طرح ہی دانائی سے کمال بعید ہے - شاید دین اسلام کا یہ اصول ہوگا - کہ جو مان لیا ہے وہ محتاج دلیل نہیں - مگر ہمارا ایسا اندھا قاعدہ یا عقیدہ نہیں ہے کیونکہ اول تو خود ہمارے واسطے ہی تعلیم سے پہلے دلیل کی ضرورت ہے - اسیطرح ہر ایک مخالف کے واسطے اس کو ہم دلیل سے ثبوت کرنا ضروری جانتے ہیں - اور اسیواسطے باوجود اعتقاد کے ہم دلیل سے ہی مانتے ہیں کہ وید ست ودیاوں کا پستک ہے - وید کا پڑھنا پڑھانا سننا سنانا آریوں کا پرم دھرم ہے اندھا دھند متعصبانہ اعتقاد آپ کو مبارک رہے - ہم ایسی تسلیم کو دور سے ہی سلام کرتے ہیں - ہمیں ایسے ایمان کی ضرورت نہیں - ہمارا تو علمی و عقلی طور پر ست پر عمل کرنا دھرم ہے اور اسیواسطے ہم مسلہ آواگون کے ثبوت میں دلائل لاتے اور عام و خاص کو اُس فلسفانہ تعلیم پر قائل کراتے ہیں - اور یہی ہدایت تمام ست شاستروں میں مندرج ہے - کہ ایک بالک کی بات بھی اگر معقول ہو تو مان لو اور برہماجی کی بات بھی اگر علم عقل - دلائل - تجربہ کے خلاف ہو ہرگز قبول نہ کرو -

---

گیارہ علوم پر اعتراضوں کا جواب

تہذیب براہین احمدیہ - پہلا علم یہہ ہے کہ جو چیز جہاں ہوتی ہے وہی وہاں سے برآمد ہوتی ہے ÷

۴۷ - ۴۸ مولوی - یہہ فقرہ قایل کی صریح غلطی پر دال ہے اگر یہہ مانا جاوے تو کوئی چیز معدوم ہوگی اس وجہ سے وہ وہاں موجود تھی تب ہی تو نکلی پہر معدوم کیوں کہتے ہو اور یہہ پانی جو گنگا جمنا میں بہتا ہے اور گنگ وغیرہ پہاڑوں سے نکلتا ہے بموجب تمہارے قاعدہ کے معلوم ہوا کہ وہاں موجود تہا تب ہی تو نکلا مثل سانپ کے بل میں سے پس لازم آیا کہ اگر ہم پہاڑوں کے ٹکڑے کریں تو ضرور اُس میں سے پانی برآمد ہو جیسا کہ سانپ بل کے کہود دینے سے برآمد ہوتا ہے اور واقعہ میں ایسا نہیں پایا جاتا کیونکہ تجربات سے ہے کہ اگر ہم اُس پہاڑ کے جس میں سے چشمہ پانی کا جاری ہے ٹکڑے کرائیں ہرگز پانی کی کہیں سے ایک بوند بہی برآمد ہو گی ÷

۳۰ - ۳۱ - اس پر دوسری مثال - ایک درخت خاص جسکو ہم کہتے ہیں کہ یہہ درخت قبل روئیدگی کے علم الہی میں تہا اُس سے یہہ نہیں سمجہا جاتا کہ وہ خدا میں تہا اور خدا سے نکلا اور خدا اُس کے لئے ظرف ہے جیسا کہ سانپ کے لئے بل ظرف ہے اور خدا کے علم میں ہونے کے یہہ معنے ہیں کہ الہ عالم اُس کا ہے اور وہ معلوم اور علم اُس کے ساتھ متعلق ہے ÷

۳۱ و ۳۵ و ۳۶ - اس پر تیسری مثال - نیز مسلمات سے ہے کہ صانع کسی شے کا اور موجد اُس کا پہلے اُس شے کا نقشہ دل میں سوچتا ہے جس شے کو بنانا چاہتا ہے تو دیکھو وجود پیچہے ہوتا ہے اور علم اُس کا پہلے - خدا سے بڑھ کر کون کاریگر یعنے صانع ہو گا کہ جو چیز نئی ایجاد کرنی چاہتا ہے پہلے اُس کی صورت ذہن میں خوب سوچ لیتا

ہے کہ میں ایسی شکل کی چیزیں بناؤں گا پھر اوسی کو بناتا ہے *

آریہ۔ بیشک یہہ علم درست ہے اور کوئی ذرہ بھی کسی چیز کا معدوم نہیں ہوتا سنیئے۔ یہہ پانی جو گنگا وجمنا میں بہتا ہے یا کوہ ہمالہ وغیرہ پہاڑوں سے نکلتا ہے بالضرور وہاں موجود ہے تب ہی تو نکلتا ہے اگر موجود نہ ہو تو کبھی نہ نکلے۔ زمین میں موجود ہے تو تب ہی بخارات بنتے ہیں ورنہ ہرگز اور کسی طرح نہ بنتے۔ بخارات میں موجود ہے تب ہی بادل۔ اور بادلوں میں موجود ہے تب ہی برستا ہے اگر نہ ہوتا تو ممکن نہ تہا کہ برس سکے۔ افسوس کہ آپ اس نہایت واضح بات کو بھی نہ سمجھ سکے سعدی بھی ہماری تائید میں ہے ؎

چو دخلت نیست خرچ آہستہ ترکن | کہ میگویند ملاحان سرودے
اگر باراں بکوہستاں نہ بارد | بسالی دجلہ گرد د خشک رودے

آپ نے کلند پہاڑ لکھا ہے۔ حالانکہ جہاں تک ہمارے جغرافیہ کے معلومات ہیں ایسا کوئی پہاڑ نہیں۔ ہاں کریم اللغات میں اس کے معنی پہاوڑا لکھے ہیں جو ایک آلہ آہن کا نام ہے جس سے زمین اکھاڑتے ہیں۔ آپ نے اپنی کم لیاقتی سے پہاوڑا کو پہاڑ سمجھ لیا یا چھاپہ کے سبب سے صرف واو اڑ گیا اور آپنے اُس کو پہاڑ سمجھ لیا۔ یا خوردسالی میں کسی میاں جی سے کوہ الوند پڑہا۔ اور اب حافظ کی کمی سے کوہ الوند کی جگہ کلند یاد رہ گیا ہو مگر کلند کوئی پہاڑ نہیں۔ یہہ آپ کی علم جغرافیہ کی کمی و ناواقفی کا ظاہر ثبوت ہے *

اسی طرح درخت کا بیج زمین میں موجود تہا تب درخت کا ظہور ہوا۔ اور تخم میں درخت بالقوہ موجود تہا ماہران علم نباتات کی شہادت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ درخت کی تمام سامان اُس میں موجود تھے صرف ہماری آنکھوں کے واسطے نشوونما ہوئی اور وہ بالقوہ سے بالفعل ہوا ورنہ سراپا محال تہا جیسے نیب کے درخت سے آم کا پیدا ہونا۔ اینٹ و پتھر موجود ہوں تب مکان بنتا ہے نقشہ مکان کا نقاش کی تجربہ اور خیال میں

موجود تھا تب بموجب اوس نقشہ کے اینٹ و پتھر و مصالح موجود سے مکان بنایا گیا۔ مستری یا انجینیر نے اپنی جسم کے ٹکڑے کر کے مکان نہیں بنایا اور نہ خود مکان بن گیا۔ اپنے اعضاء کو جلا کر چونہ نہیں بنایا اور نہ اپنی ہڈیوں سے بنایا۔ معمار کے معنی عمارت بنانے والے کے ہیں نہ کہ عمارت بنجانے والے کے ہیں۔ مقام تعجب ہے کہ جب آپ لوگوں میں اتنی صاف بات سمجھنے کا بھی مادہ نہیں پھر مادہ کی حقیقت کو آپ کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اور اس کم لیاقتی پر آریوں سے مباحثہ کسی نے سچ کہا ہے ؎

بوریا باف گرچہ بافندست ٭٭ بنبرندش بکارگاہ حریر

حضرت من معمولی بازاری اردو لکھہ لینا اور تک بندی کرنا دوسری بات ہے اور علمی مضامین کو سمجھنا امر دیگر ہے۔ کیا بموجب معلومات قرانی یا تجارب علمائے مسلمانی کے گنگا یا جمنا کا پانی پہاڑ سے نہیں آتا بلکہ نیستی سے آتا ہے؟ یا درخت بیج سے نہیں بلکہ بیت العدم سے خانہ ہستی میں موجود ہوجاتا ہے؟ یا مکان و عمارت اینٹ سے نہیں بنتے بلکہ نقاش ہمہ اوست یا ہمہ از دست ہوجاتا ہے؟ - یا آدم کو خدا نے مٹی سے نہیں بنایا بلکہ خود خدا آپ آدم بنگیا اور ہم کو احول آدمی کی طرح وہم ہوا کہ یہہ آدم نہیں اصل میں وہ خدا تھا؟ - افسوس کہ آپ لوگ خدا کی نسبت ایسے کلنک لگاتے۔ اور نیست و نابود ہوجانے کے لائق خیال باطلہ سے اُسی قدوس برحق کو منسوب ٹھہراتے ہیں اور اُسی علم و عقل۔ تجربہ و مشاہدہ کے رو سے سچا خدا و حقیقی مالک نہیں مانتے بلکہ رانڈ عورت کا شوہر بتاتے ہیں۔ مولوی صاحب اصل میں آپ نے اس کتاب کے بنانے سے اسلام کی گئی گذری عزت رکھلی۔ ورنہ ایسی باریک مسائل اور مشکل باتیں اس روشنی کے زمانہ میں اوس سے کون بتلاتا -!!

۳۱- مولوی اگر علم شئے مستلزم وجود کو ہو تو لازم آویگا جس وقت ذہن معمار میں نقشہ کسی مکان آیا فوراً وہ موجود اُسی جگہ ہوجاوے پس پھٹ جاوے۔

ذہن ستسا کا۔

آریہ ذہن ہٹنے والی چیز نہیں ہے اور نہ عقل اور فہمیدگی یا زیرکی ایسی چیزیں ہیں جو چھٹ جائیں اور پھر خدا کا ذہن حل ستانہ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ روحیں یا مادہ خدا کے علم میں وجود ذہنی نہیں رکھتی ہیں بلکہ خارجی کیونکہ وہ مفرد و مجرد ہیں نہ کہ مرکب۔ جس طرح معمار کے دل میں نقشہ آجانے سے مکان موجود نہیں ہو جاتا بلکہ وہ تو اور خارجی چیزوں سے بنانے سے بنتا ہے یعنے اینٹ و پتھر سے۔ اسی طرح خدا کے خیال سے بھی کوئی چیز موجود نہیں ہو جاتی۔ بلکہ مادہ سے۔ اور خود بخود نہیں ہوتی بلکہ خدا کے دست قدرت کے بنانے سے مفرد سے مرکب ہوتے ہیں۔ صرف حکم سے نہیں کیونکہ حکم خود مادہ نہیں ہے بلکہ صرف شبد ہے۔ اور شبد سے شبد کے سوا کچھ بھی نہیں بن سکتا پس نیستی سے ہستی یا عدم سے وجود کا مسئلہ از سرتاپا باطل ہے۔ اور علم اول ہر طرح صحیح اور کامل۔

تکذیب براہین احمدیہ علم دوسرا۔ جو چیز جہاں نہیں ہوتی وہاں سے برآمد بھی نہیں ہو سکتی

۳۴ و ۳۵ مولوی۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدعی کو علم تو رہا درکنار بلکہ اہل علم کی صحبت بھی نہیں .... اور طرفہ یہ کہ مضمون اس فقرہ کا بالکل غلط ہے کیونکہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یہ پانی گنگا جمنا کا کلند وغیرہ پہاڑوں میں موجود نہ تھا اور پھر برآمد ہوتا ہے اور وجہ اس کی آپ کو معلوم نہیں ہے کہ یہ پانی پہاڑوں سے کیونکر نکلتا ہے شاید آپنے علم کیمیا میں نہیں دیکھا اور نہیں پڑھا اور نہ سنا اور نہ اربعہ عناصر کے بدلنے کی معقول وجہ آپ کو معلوم ہے کیا یہ تحریر میں نہیں آیا ہے کہ اگر پہاڑوں جاریہ کے ٹکڑے کرائیں ایک بوند پانی بھی برآمد نہیں ہوتا مگر چشمہ ان سے جاری ہی۔ پھر آپکا کا یہ فرمانا کہ جو چیز جہاں نہیں ہوتی وہاں سے برآمد بھی نہیں ہوتی غلط ہے دیکھئے پہاڑوں میں بالفعل پانی موجود نہیں اور برآمد وہیں سے ہوتا ہے۔ چشمہ جاری ہیں ملاحظہ کیجئے

خدا کی قدرت معلوم ہو گی اور اگر آپ فرماویں کہ جب پانی پہاڑوں میں موجود نہ تھا تو کہاں سے
برآمد ہوا علم کیمیا اور فن تجربات کو ملاحظہ فرماویں صاف ہو اس میں کوئی پیچ کی بات
نہیں ہے چونکہ یہہ امر بہ حیثیت ہی ظاہر تھا لہذا اس کا درج کرنا مناسب وقت نہ جانا۔
اور نیز دیکھئے جملہ اشیاء حادثہ پہلے معدوم ہوتی ہیں اور پھر اُس عدم سے موجود ہو جاتی
ہیں تو دیکھئے جو چیز جہاں نہیں تھی وہیں سے برآمد ہوئی اور اگر کہتے ہیں کہ وہاں موجود
تھی تو وجود اور عدم جمع ہو گئے باوجودیکہ یہہ دونوں ایک دوسری کی ضد ہیں اور اجتماع
ضدین تمہارے نزدیک بھی منع ہے پس ازروئے قاعدے کے آپ کا دعویٰ باطل
ٹھہرا کیونکہ عدم میں شی نہیں تھی اور پھر نکل آئی۔

اس پر ایک مثال حالانکہ کہتے ہو کہ دیانند مر گیا اور نہیں رہا اس قاعدہ سے
آپ کا یہہ کہنا جائز کیا بلکہ غلط ہے کیونکہ جب اون کا مادہ موجود ہے تو پھر اُس کا
مر کیا گیا +

دوسری مثال دیکھو ریل۔ تار برقی اور گھڑی گھنٹے پہلے موجود نہ تھی چند روز سے
ملکہ معظمہ قیصر ہند دام سلطنتہا وغیرہ وغیرہ بادشاہوں نے رواج دیا ہے باوجودیکہ
علم اُن کا اور طریقہ بنانے کا سالہا سال اور مدت دراز سے چلا آتا ہے تو کوئی اُن کو یہہ نہیں کہتا
کہ قدیم ہیں بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ یہہ کل حادث ہیں ۞

آریہ گنگا جمنا کے پانی کی دلیل کو ہم پہلے رد کر چکے ہیں آپ نے یہ صفحے سیاہ
کئے مگر علم کیمیا کا ظاہر سمجھتے ہوئے نیست نہ کی یاد نہ رہی یا لیاقت نہ تھی
اگر لکھدیتے تو عدم سے وجود میں آنے کا سارا کارخانہ مسمار ہی نہ ہو جاتا
آپ کو تو شیخی بگھارنے۔ کاغذ بگاڑنے اور وید کا ستیاناش کرنے سے مطلب
ہے نہ کہ معقول تحریر سے پیچ ہے ۞

ابلیس را غرور و منی خاک کرد

آپ نے تو کیمیائی حوالہ کو باتوں میں ٹالدیا - چونکہ نہیں جانتے تھے - اس واسطے نہ لکھا مگر
ہم اُس کو بجنسہٖ درج کرتے ہیں - پروفیسر گرو صاحب اپنے رسالہ علم کیمیا میں پانی کا بذریعہ بخارات
کے سمندروں سے کشید ہو کر بادل بننا اور بادل سے مینہ برسنا اور اُسی مینہ کے پانی کا
دریا اور سوتوں کے ذریعہ بہتا ہوا پھر سمندر میں جانا - صاف طور پر دکھلا کر اخیر میں فرماتے ہیں کہ اب تم کو معلوم
ہوا ہوگا کہ کشید کئے ہوئے پانی بہم پہونچانے کے واسطے ایک بیحد کارخانہ ساری
روئے زمین پر جاری ہے اور اگر تم ذرا غور کروگے تو یہہ بھی سمجھ جاؤگے کہ آب رواں کا ایک
قطرہ بھی روئے زمین پر ایسا نہیں ہے جو کبھی نہ کبھی بخارات کی شکل میں اس سمندر
سے اُٹھ کر نہ آیا ہو جسکی طرف وہ اب اُلٹا چلا جا رہا ہے " (صفحہ ۶۳ سے ۶۵ تک
مطبوعہ ۱۸۷۸ء)

دیانند صاحب یا محمد صاحب کا وفات پانا اس کے یہہ معنی ہیں کہ اُن کی روح
اپنے جسم سے جدا ہو گئی ہے اس کے سوائے مرنا اور کوئی چیز نہیں - اور نہ کوئی شئے یا فرشتہ
ہے - کوئی چیز فنا نہ ہوگی اور نہ ہوتی ہے سوامی دیانند جی اور محمد صاحب کی ارواح اب
موجود ہیں اور پہلے بھی موجود تھیں اُن کا جسمانی مادہ اپنے اصلی مادہ میں ملگیا - وہ بھی اب
موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا - پس یہہ مثال آپ کی محض باطل ہے -

پہلی مثال بتی یا گھڑی گھڑیال کی مثال بھی آپکے حق میں وبال ہے - باین وجہ - کہ
چاندی - سونا - لوہا - پیتل - تانبا - بلحاظ مادہ کے ہمیشہ سے موجود تھا اور رہیگا صرف نقشہ الفاظ
نے سوچا جو علم سے متعلق تھا - اور وہ بھی کسی نہ کسی پیرایہ میں موجود تھا صرف ترکیب یا
ترتیب کی ضرورت تھی اُسی نقشہ کے مطابق اُسی موجود مادہ سے یہہ سب
چیزیں بنائی گئی ہیں عدم سے کوئی چیز نہیں نکالی گئی اور نہ کوئی عدم میں چلی گئی اور نہ عدم
کوئی چیز ہے - بلکہ سب چیزوں کا اصلی مادہ ہمیشہ سے بیک حالت میں موجود رہتا
ہے پس یہہ دوسری مثال بھی باطل ہے - میں نہیں جانتا کہ ایسی فضول مثالیں

اور ایسی بے بنیاد دعویٰ کس طرح آپ نے شایع کرکے اپنی دانائی کا ثبوت دیا ہمارے خیال میں سوائے کاغذ سیاہ کرنے کے دین اسلام کی کوئی خدمت اس سے پوری نہیں ہو سکتی۔

تکذیب براہین احمدیہ علم نمبر ۳ جو کل میں ہوتا ہے وہی اُس کے جزو میں بھی ہوتا ہے

علم نمبر ۴ - جو کل میں نہیں تھا وہ جزو میں بھی ناممکن ہے ؛

۳۶-۳۹ مولوی - مدعی یہہ کہتا ہے کہ جو صفت کل کی ہے وہی جزو کی ہو۔ باوجودیکہ یہہ معنی غلط ہیں کیونکہ انسان کل ہے اور ہاتھ پاؤں وغیرہ اس کے اجزاء ہیں اب غور کیجئے کہ انسان کو عالم کہہ سکتے ہیں نہ کہ اجزائے یعنی اُس کے ہاتھ یا پاؤں کو عالم نہیں کہہ سکتے اور کل انسان کو طبیب کہہ سکتے ہیں نہ اُس کے اجزائے کو۔ اسی طرح چلنا پھرنا - کھانا پینا وغیرہ بہت سے ایسے اوصاف ہیں جن سے کل انسان موصوف ہو نہ اُس کے اجزائے - بہرکیف جو کل کی صفت وہ جزو کی نہیں ۲ دراگر آپ فرماویں کہ ہماری مراد اجزائے سے ماعنہ الترکیب ہیں تو آپ ملاحظہ فرماویں کہ انسان کے اجزائے حقیقی اربعہ عناصر ہیں اور کل اجزائے کو مع صورت خاصہ کی انسان کہتے ہیں۔ نہ خاص آگ ہوا پانی کو۔

۳ اور ایک مثال آپ کے فہم کے مطابق بیان کرتا ہوں غور سے سُننے کا شلاً ایک مجموعہ چھ آدمیوں کا ہے اور اُن سب نے مل کر ایک ایسی پتھر کو اٹھایا جو کہ ہر ایک سے نہ اٹھ سکتا تو دیکھئے کل کی وہ صفت ہوئی اور اُن میں وہ بات پائی گئی جو جزو یعنے ہر ایک میں نہیں ؛

۴ خط کل ہے اُس کی صفت یہہ ہے کہ منقسم ہوتا ہے اور اُس کا جزو نقطہ ہے یہہ صفت اس کی نہیں ہے کہ منقسم ہو جاتے ؛

۵ اور دیکھئے جسم مرکب ہے جواہر فردہ سے تو مجموعہ کل کا نام جسم ہے اور اس کی جزو جواہر فرد

جو کوئی جسم نہیں کہتا +

اور قلم آلہ لکھنے کا ہے اور اگر اس کے ریزے ریزے کیے جاویں تو وہ آلہ لکھنے کا نہیں ہوں گے پھر فرمایئے علم آپ کا بجا رہا یا غلط

اور مکان اُس کو کہتے ہیں جو محیط شش جہات کو ہو۔ خالص دیوار یا چھت کو کوئی مکان نہیں کہتا۔ پھر فرمایئے یہہ آپ نے کہاں سے لکھا کہ جو صفت کل کی ہے وہ جز کی ہے اور نہیں تو نہیں شاید آپ کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی جاہل نے دھوکا میں ڈالا ہے کہ پانی کا جزو ہی پانی ہے اور گوشت کا جزو ہی گوشت۔

آریہ۔ یہہ ساری مثال اور فضول خیال آپ کی علمیت کے ثبوت میں دیکھئے ہم کس طرح نمبروار اُن کی تردید کرتے ہیں اور آپ گویا تمام پیروان اسلام کو بطور چیلنج کے تاکید مزید کرتے ہیں کہ وہ اچھی طرح حق کے مقابلہ میں اپنے سارے ناحق و باطل ہتھیاروں کو چلا کر دیکھہ لیں ہرگز ہرگز صداقت کا ایک بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔ لیجئے ہم آپ کی ساری تار و پود کا بخیہ اُدھیڑ کر آپ کی خیالی عمارت کا استیصال کرتے ہیں +

مثال اول و دوم کی تردید۔ طبیب اور عالم ہونا روح کی صفت ہے نہ کہ جسم کی۔ ہاتھ پاؤں ناک۔ کان۔ آنکھ جسم کے حصہ ہیں نہ کہ روح کے۔ چلنا۔ پھرنا۔ کہانا پینا۔ ہنسنا بولنا۔ لیجئے تمام حرکت بالارادہ کے متعلق کام روح کے ہیں نہ کہ جسم کے۔ پھر معلوم نہیں کہ آپ نے کس عقل اور علمیت سے اس ردی مثال کا استعمال کیا۔ اور اگر آپ غور کرتے تو اصل میں یہہ مثال خود آپ کے مخالف تھی۔ سُنئے کل اجسام مادی میں اور ان کے کل حصص بھی مادی کل جسم میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ اعضاؤں میں بھی ہوتا ہے۔ کل جسم بے جان ہے اور اُس کا ہر ایک جزو بھی بیجان ہے۔ اب سر در گریبان ہو کر سوچیئے کہ اس مثال سے آپ نے کتنے اصول خود کی بیخکنی کی۔ علاوہ بر آں ہمارے مطلب کو آپنے

بگاڑ دیا ہے ہماری عبارت یہ ہے کہ جو کُل میں ہوتا ہے وہی اُس کے جزو میں بھی ہوتا ہی
صفت کا یہاں ذکر نہیں۔ پس یہ آپ کی سمجھ کی غلطی ہے۔

مثال سوم کی تردید۔ پتھر اُٹھانا ہر ایک آدمی کا گُن ہے ایک ایک آدمی تین
تین یا دو دو من کا پتھر اُٹھا سکتا ہے چھ ملکر بیس یا تیس من کا پتھر اُٹھا دیں گے۔ چھ
کا مجموعہ بیس یا تیس من اُٹھاتا ہے جز یعنے ایک ضرور دو تین من اُٹھا دیگا۔ پس پتھر
اُٹھانا جو کُل کی صفت ہے وہ جزو میں بھی ضرور ٹھہری۔ کہیں مفقود نہیں ہوئی۔

مثال چہارم کی تردید۔ خط کی جو تعریف ہے وہ اُس کے سب حصّوں پر لگتی
ہے یعنے جس میں طول ہو مگر نقطہ میں طول نہیں ہے۔ بنا بران نقطہ کا مجموعہ خط نہیں ہے
یہ آپ کی علمی غلطی ہے۔ (دیکھو تعریف خط و نقطہ در اقلیدس)

مثال پنجم کی تردید۔ کُل جسم مادی ہے اُسکا ہر ایک جزو بھی مادی ہے۔ کل جسم حد والا ہے بےحد نہیں اور
یہی حال ہر جزو کا پس یہ مثال بھی باطل ہے۔

مثال چھٹی کی تردید۔ لکھنے کی صفت روح میں ہے جو بذریعہ ہاتھوں کے
انگلیوں میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ انسان انگلیوں سے ناخن سے اور پاؤں کی انگلیوں
سے بھی لکھ سکتا ہے۔ قلم ہاتھ کے پاس ایک اور آلہ ہے۔ لکھنے کی صفت
روح انسانی میں ہے نہ کہ قلم یا ہاتھ میں اور یہی سبب ہے کہ بڑی سے بڑی
اور چھوٹی سے چھوٹی قلم سے انسان لکھ سکتا ہے قلم میں لکھنے کی صفت نہیں بلکہ
لکھنے سے موصوف روح اُس سے کام لیتی ہیں قلم کے معنے ہیں بریدن و تراشیدن
و ناخن گرفتن و خامہ تراشیدہ شدہ و ہر چہ بریدہ و مقطوع باشد و اندکے از موئے سر
(از غیاث) جو نقاش رنگ ایک نخود کے دانہ پر شعر لکھتے ہیں وہ قلم بال سے
بھی باریک ہوتی ہے جو آپ کی قلم کا سب سے ادنی جزو ہے پس یہ مثال
نہایت ہی ردی ہے۔

مثال ہفتم کی تردید - مکان یعنے ٹھرنے یا رہنے کی جگہ - مطلق جگہ کے معنے بھی رکھتا ہے پس دیواریں - چھت - فرش - اینٹ پتھر سب جگہ گھیرتے ہیں اور جن میں سے ہر ایک میں چھوٹے جاندار اور بڑے جاندار رہ سکتے ہیں - مجموعہ کل یعنے ایک بیت محیط بشش جہات میں ایک انسان یا کئی انسان رہ سکتے ہیں چھوٹی چیز چھوٹے جاندار کا مکان اور بڑی چیز بڑے جاندار کا مکان ہے بتلاؤ اس میں اختلاف کیا ہوا اور آپ نے کیا رد کیا - بڑے مکان میں بھی رہنے یا جگہ کی صفت ہے چھوٹی بلکہ دیوار و چھت میں بھی پس یہ مثال تو سراپا لائق ابطال ہے - آپ کی بیہودہ رکاکت کی ہم پرواہ نہیں کرتے بلکہ اس کو آپ کی کرامت سمجھتے ہیں کیونکہ اس سے لوگ ہماری نہیں بلکہ آپ کی لیاقت کا اندازہ کر لیتے ہیں -

تخمیس پردھان - یہ علم ہندسہ اگر کسی مقدار معین کے برابر حصے کئے جاویں تو وہ سب آپس میں برابر ہوں گے ٭

دہم وہ یہ مولوی - اگر دعی کاذب کبھی پرسش میں آگر آدمیوں جیسی باتیں ادھر ادھر سے سنے سنایا کا ذکر زبان پر لے آتا ہے مگر کیا کرے غریب کو مادہ علم نہیں اور اہل علم سے مقابلہ اور انہیں جیسی باتیں پھر فرماتے یہ مثل کیونکر صادق آئیگی کہ "کوا چلا ہنس کی چال وہ اپنی بھی بھول گیا" المختصر

آریہ - آپ نے فضول امیر حمزہ کی داستان کی طرح صفحہ سیاہ کر ڈالے اور اصل مطلب کی طرف بالکل توجہ نہ کی اور اعتراض ایک بھی نہ کیا آپ کی لیاقت تو اس بات سے ظاہر ہے کہ پانی گرد ہے جیسا کہ زمین و آسمان گول ہے جناب من یہ پرانی غلطی ہے جو آج تک بھی علماء اسلام سے سرزد ہو رہی ہے آسمان کوئی چیز نہیں - اور نہ کوئی گردہ ہے بلکہ صرف خلا ہے اور جو کچھ ہم نیلا پن اوپر دیکھتے ہیں وہ فقط حد نظر ہے چونکہ قرآن میں بھی ایسا ہی بیان ہے پس یہ آپ کی

مذہبی و علمی غلطی ہے۔ سُنئے ڈاکٹر کالنس ایس ولینٹائین صاحب فیلو آف دی رائل
کالج آف سرجن فزیکل اینڈ پولیٹیکل سوسائیٹی کیا فرماتے ہیں "وہ ہیلا ہن کہ جسکو دیکھ
کے متعجب ہوتے ہیں اُس ہوا کی حد کا رنگ ہے جس کی بناوٹ اور خاصیت
کا بیان آگے ہوگا۔ وہ چیز کہ جس سے سب چیزیں بنتی ہیں مادہ کہلاتی ہے اور عالموں نے میٹر
کے دو حصہ کئے ہیں پہلا اصل دوسرا مرکب۔ چیز اصل اُسے کہتے ہیں جو کسی
چیز سے ملکے نہ بنی ہو اور مرکب جو دو یا زیادہ چیزوں سے ملکے بنی ہو۔۔۔۔۔۔ ایسے
ہی آسمان بھی کچھ چیز نہیں ہے بلکہ ایک خلا ہے۔ جسمیں ہماری زمین اور سب
ستارے اور سیارے وغیرہ رہتے ہیں۔" (دیکھو رسالہ بحر ہوا یعنی ہوا
کی پیدائش اور علم کیمیا کے بیان میں مطبوعہ آگرہ ۱۸۶۶ء صفحہ ۶)

اسی طرح ہم آپ کے وہم باطلہ کے دور کرنے کے واسطے ایک پرانے یونانی
حکیم کی تحقیقات اور رائے کا حال بھی نسبت آسمان اور مادہ کے ظاہر کرتے ہیں
جو آپ کی تمام توہمات باطلہ کا استیصال کر دے گی۔

یونان کے مشہور دانا گرامی حکیم ڈیماکریٹس کی بابت لکھا ہے "اُس کا اعتقاد
ہے کہ تمام اجسام کی بنیاد ایسی چھوٹی چھوٹی اجزائے ہیں جو باعتبار اپنی طبیعتوں
کے ہم شکل اور باعتبار صورتوں کے مختلف اور ایسی سخت ہیں کہ اُن کی تقسیم صرف
وہم ہی سے ممکن ہے۔ اور یہہ کہ یہہ اجزائے باعتبار شمار کے غیر متناہی اور ایسی
خلا کے اندر جس کی کوئی حد نہیں پھیلے ہوئے ہیں اور دائم الحرکت ہیں۔ پس کبھی
ایسا ہوتا ہے کہ یہہ اجزائے آپس میں ٹکراتے اور کبھی خاص صورت پر اکھٹے
ہو جاتے ہیں اور اُن کے اِس اتفاق اور اجتماع ہی سے جہاں کا وجود ہے اور
یہہ کہ ہمارے اِس جہاں کی مانند بے شمار جہاں ہیں جو ایسی ہی نظر اور
ترتیب کے ساتھ خلا غیر متناہی کے اندر موجود ہیں۔ لیکن اس کی رائے میں اموات

جز ہی یعنے حیوانات اور نباتات کے وجود کا سبب اجزائے مذکور کا اتفاقاً باہم ٹکرانا
اور مجتمع ہو جانا نہیں ہے - اس کے شاگرد اپی کیورس کی بھی یہی رائے ہے اور اس کا
قول ہے کہ ترکیب کے حالات میں یہہ اجزائے حقیقتاً آپس میں مل نہیں جاتے
بلکہ صرف باہم چمٹ جاتے ہیں اور اجسام محسوس کے اندر بالفعل موجود اور ایک دوسرے
سے ممیز رہتے ہیں پس اجسام محسوسہ کا اتصال حقیقی اتصال نہیں ہے بلکہ صرف ان
اجزاے کے باہم چمٹے رہنے کا نام ہے " (از سفرنامہ ڈاکٹر برنی آر جلد دوم صفحہ ۲۴۸ مطبوعہ ۱۸۸۶ء)

مگر باوجود اس لیاقت اور اس قدر علمی ناواقفیت کے آپ ہم کو ان الفاظ سے یاد
کرتے ہیں "آپ کو اختیار ہے خواہ چھپے پھریں اور گھر میں بیٹھ کر ادھر ادھر کی جھوٹی
سچی باتیں سنی سنائی بیان کریں اور میدان سے بھاگ جائیں اور تقریر سے پیچھا
چھوڑائیں اور کسی حاجت مند مسلمان بے غیرت کو دس بیس پچاس ساٹھ
روپیہ کا لالچ دیکھ کوئی بات جھوٹی سچی پوچھ کر اعتراض کریں مگر کیا ہو سکتا ہے" (صفحہ ۴۴)
جناب مولوی صاحب آپ کی علمیت ڈگری پانے کی سند اس سے بڑھ کر اور
کیا ہوگی - خدا کرے کہ ایسے غرض مند مسلمان آپ کو شمس العلما یا فخر العلما کی سند
دیکر پگڑی بندھا کر تمغہ کا طوق گلے میں لٹکادیں کاش کہ دانستہ!

تکذیب براہین احمدیہ علم نمبر ۲ - اگر کسی وزن یا پیمانہ مقررہ سے کئی چیزیں
یکساں تولی جاویں تو وہ سب وزن میں برابر ہوں گی -

۴۵-۴۴ - مولوی محض غلط ہے اس وجہ سے ہم فرض کرتے ہیں مثلاً وہ پیمانہ
مقررہ ایک خاص اور معین گلاس جس میں پر کیا پارہ یا نحاس پھر خالی کیا اور پھر اس
میں پانی یا رصاص پھر تولا میزان عدل اور انصاف میں پس حکم کیا مشتری عادل
یعنے خریدار عاقل نے کہ یہہ دونوں مساوی اور برابر وزن میں نہیں ہے بلکہ پارہ پانی
سے اور تانبا رانگ سے وزن میں زیادہ ہے اس قاعدہ سے آپ کا چھٹا علم باطل

اور غلط ٹھرا؟

آریہ - آپ غیظ و غضب میں پس و پیش بھول جاتے ہیں اور حق و ناحق کی پرواہ نہ کرکے مخالف کو خوب بے تکی سناتے ہیں یہاں تک کہ عبارت خبط ہو جائے تو ہو جائے آپ کی بلا سے مگر آپ انصاف سے کام نہیں لیتے - رصاص کے آگے سے لفظ بہرا یا ڈال بالکل کہا گئے یا درستی عبارت کی تمیز نہیں - حرف یہی نہیں بلکہ درست الفاظ لکہنے کا بھی آپ میں مادہ نہیں چنانچہ ایک جگہ آپ کہتے ہیں "پہر تو آپ جانتے ہیں میرے انکار سے انکار اسرار زیادہ ہوا - اور شوق ولی بڑھتا گیا" (صفحہ ۹۴ سطر ۶) حضرت اسرار کو آپ نے س سے لکہا مگر ص سے چاہئے تہا - کیونکہ جو س سے ہے وہ سر کی جمع ہے جس کے معنے ہیں بہید اور پوشیدہ گیان - اور جو ص سے ہے اس کے معنے ہیں تاکید کرنا - ہٹ کرنا - اور یہ ایک جگہ ہی نہیں بلکہ صفحہ ۵۴ سطر ۱۸ میں بھی اس سے زیادہ علمی غلطی ہے وہاں آپ لکہتے ہیں وہ ایک آن ایسی لکہنی چاہئیے کہ وہاں روح ہو لیکن اس کو علم نہ ہو بلکہ مبہوط اور حیران ہو" حضرت من مبہوت ط سے نہیں ہے بلکہ ت سے ہے مبہوت حیران از کشف و مدار اسم مفعول از بہت کہ بضم اول بمعنے حیرت است" از غیاث و صراح - ایسے ہی علمی غلطیاں کئی اور بھی آپ سے سرزد ہوئی ہیں مگر ہم مشتے نمونہ خروارے اسی پر قناعت کر آپ کے اعتراض کی اصلیت بتلاتے ہیں - آپ نے ہمارے الفاظ کے اُلٹے معنے سمجھے اسی واسطے تو ہم نے وزن یا پیمانہ دو لفظ استعمال کئے تھے - مگر آپ اس موٹی بات کو بھی نہ سمجھے اور بیفایدہ مغز ناخوردہ و حلق خود بدرید کے مصداق بنے وزن مقررہ سے آپ خواہ سیماب یعنے پارہ تولئے یا نحاس یعنے تانبا - پانی تولئے یا رصاص یعنے رانگ سب مقررہ وزن یعنے سیر سے برابر اُتریں گے - اور کسی طرح کا کوئی فرق عائد نہ ہوگا اور اسی طرح مقررہ پیمانہ سے جتنی چیزیں ماپی جاویں وہ سب آپس میں بلحاظ اُس پیمانہ کے برابر ہوں گی مثلاً پارہ - دودھ - پانی - شراب اگر ایک

پیمانہ سے پانی جاویں جو ۴ ڈرام کا کہلاتا ہے تو سارے ۴-۴ ڈرام ہوں گے اُس سے ہرگز کم نہ ہوں گے افسوس کہ آپ نے اِس موٹی سی بات کو بھی نہ سمجھا اور خواہ مخواہ مغالطہ میں پڑ گئے ؁

تکذیب براہین احمدیہ ساتواں علم - اجتماع ضدین باطل ہے -

۴۸-۵۰ مولوی - شاذونادر کوئی کلمہ آپ کا اِس لائق ہوتا ہوگا جو رونق دہ بزم دیدانگان ہو اور اہل علم اُس پر خندہ زن نہ ہوسکتے ہوں پھر میں کیوں جواب دیکر اپنی تضیع اوقات اور آپ کی آبرو ریزی کروں -

آریہ - یہاں تو آپنے دیوانہ کی بڑ سے بڑھ کر کام کیا خود صفحہ ۳۲ سطر ۱۴ میں آپ لکھتے ہیں " یہہ دونوں آپسمیں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور اجتماع ضدین تمہارے نزدیک بھی ممتنع ہے " صاحب من آپ نے اجتماع ضدین کے معنے بھی نہیں سمجھے کیونکہ اگر سمجھتے تو یہہ کبھی نہ کہتے کہ یہہ عموماً باطل نہیں ہے " حضرت کوئی چیز بھی دنیا میں آپ کو نظیراً نہیں ملے گی جس سے آپ اجتماع ضدین کی تردید کر سکیں اور یہی حال اجتماع نقیضین کا ہے دونوں میں باہمی علمی فرق ہے مگر ایک جگہ جمع نہ ہونا دونوں میں شرط ہے نقیضیں آنکہ نہ جمع شوند و نہ معدوم چنانچہ ہست و نیست و حیات و ممات - و ضدین آنکہ جمع نشوند و ہر دو معدوم گردند چنانچہ سفید و سیاہ ممکن نیست کہ جمع شوند مگر میتوانکہ ہر دو نباشد بلکہ زرد باشد " - مولوی صاحب آپ علمیت کا صداقت سے نہیں بلکہ تعصب و جہالت سے مقابلہ کرتے ہیں اور ضد سے موازنہ کرتے ہیں نہ کہ انصاف سے اور یہی سبب ہے کہ ہر جگہ سے آپ کی دلیل کی تردید ہو رہی ہے ؁

تکذیب براہین احمدیہ علم نمبر ۸ - قدیم چیز کی سب ذاتی صفات قدیم ہوتی ہیں ؁

۵۱-۵۰ مولوی - کیا کوئی اہل علم اِس کو ٹھیک اور راست کہہ سکتا ہے - ہرگز نہیں اِس وجہ سے کہ یہہ امر بدیہی اور بیّن طور سے سب نے تسلیم کرلیا ہے کہ

اور کیونکر نہ تسلیم کریں قرین قیاس اور عقل سلیم بھی یہی ہے کہ موصوف مرتبہ ذات میں پہلے ہے صفت سے - بدیں وجہ کہ ہر کس وناکس اس امر سے خوب واقف اور آگاہ ہے کہ پہلے وہ شے ہونی چاہیئے جس کی ہم تعریف کرتے ہیں یا کرنے کا ارادہ ہے پس اس قاعدہ سے معلوم ہوا کہ اول موصوف ہوگا - پھر صفت - بہرکیف صفت بعد ہے اور موصوف قبل اور قاعدہ ہے ہر شے متصف بالبعدیۃ قدیم نہیں ہوتی کیونکہ قدیم کی تعریف تمہارے مذہب کے مطابق یہہ ہے کہ جس کا نہ شروع ہو اور نہ انجام -

آریہ - آپ نے آٹھ صفحہ سیاہ کیئے مگر حاشا کہ انصاف کی طرف نگاہ کی ہو۔ آپ تو گالی گلوچ دینے کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں - چنانچہ آپ لیاقت قرانیہ سے فرماتے ہیں "اگر مدعی حیادار ہو تو ہمیں موہنہ نہ دکھلاوے کیونکہ جو لوگ گمراہ ہیں اور مابین ہماری اور اُن کے بتفاعدہ آسمان اور زمین جیسا ہے اور وہ کل ہمارے مذہب کے سراسر خلاف ہیں اور وہ بھی اس قاعدہ مدعی کو نہیں مانتے حالانکہ ضلالت میں وہ ہر دو شریک ہیں اور ایک قسم کی مناسبت مذہبی بھی رکھتے ہیں" (صفحہ ۵۶)

اب ہم آپ کی دلیل کو آپ ہی کی تحریر سے رد کرتے ہیں - اول آپنے مذہب حکمائے فلاسفہ وفرقہ صوفیہ کا لکھا ہے جس کے آخیر میں لکھتے ہیں "اس جگہ سے یہہ بھی صریح معلوم ہوتا ہے کہ قدیم کی سب صفات خواہ ذاتی ہوں یا غیر ذاتی قدیم ہیں" (صفحہ ۵۲) اس کے بعد آپ لکھتے ہیں "وجہ بطلان مذہب فلاسفین کی علے وجہ العموم یہہ ہے کہ اگر جملہ صفات خدا کی قدیم ہوں تو منجملہ ان میں سے ایک صفت خدا کی رزاقیت عمرو بکر بھی ہے اور بدیہات سے ہے کہ یہہ صفت موقوف ہے وجود عمرو بکر پر اس وجہ سے کہ تاوقتیکہ وجود عمرو بکر خارج میں متحقق نہ ہو تو رزاقیت عمرو بکر کا متحقق ہونا ممکن ہی نہیں اور معلومات سے ہے کہ وجود عمرو بکر حادث ہے پس یہہ صفت رزاقیت عمرو بکر بھی حادث ہوگی - اور فرض کیا تھا او ہنوں نے کہ جملہ صفات خدا کی قدیم ہیں پس لازم آیا خلاف مفروض اور یہہ

باطل ہو اور علی وجہ الخصوص یہہ ہے کہ اگر فرض کریں وہ کُل صفات قدیم میں جو ذاتیہ ہیں تو یہہ کلیہ بھی باطل ہے کیونکہ ذاتیہ ہونے کی کئی صورتیں ہیں یا داخل ذات اور یا خارج از ذات - اور اول باطل ہے اِس وجہ سے کہ دخول مستلزم ہی ترکیب کو اور ترکیب مستلزم ہے حدوث کو اور حادث ہونا خدا کا تمہارے یہاں بھی باطل ہے اور شق ثانی دو حال سے خالی نہیں یا لازم ذات یا عارض ذات اور یہہ ہر دو مستلزم ہے بعدیتہ کو - اور مر بعدیتہ مستلزم ہے حدوثیت کو پس لازم آیا خلاف مفروض " (صفحہ ۵۴)

تردید کسی کی صفات کا حادث ہونا اُس کے تغیر و تبدل کی نشانی ہے اور تغیر و تبدل ترکیب کو چاہتا ہے - اور ترکیب حادث ہی - پس صفات کے حادث ہونی سے اول تو خدا پر حدوث کا الزام عاید ہوتا ہے حالانکہ وہ حادث نہیں بلکہ قدیم ہے - لہذا اُس کی صفات بھی قدیم ہیں نہ کہ حادث پس باطل ہوا آپ کا پہلا مفروض -

اگر دخول مستلزم ہی ترکیب کو تو خروج بدرجہ اول مستلزم ہے ترکیب کو - یعنے اگر خداوند تعالٰی میں کسی صفت کا پیچھے سے داخل ہونا اُس کی ترکیب یعنے مرکب ہونے کو چاہتا ہے اور کسی صفات کا خارج ہونا بھی ترکیب کا ممد ہے تو صاف ظاہر ہے کہ صفات خداوندی کوئی بھی خدا کے ہونے کے بعد نہ داخل ہوئیں نہ خارج بلکہ موصوف کے ساتھ قدیم ہیں کوئی وقت ایسا نہیں اور نہ تھا اور نہ ہوگا کہ صفات نہ ہوں اور خدا ہو یا خدا نہ ہو اور صفات ہو بلکہ جب سے وہ قدیم الیام خداوند عالم ہے تب سے ہی موصوف بصفات ہے کبھی بھی صفات سے مبرا نہیں اور نہ صفات سے خالی خدائی کے لائق ہو سکتا ہی کیونکہ صفات سے رہت موصوف عدم مطلق سے زیادہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا -

پھر آپ لکھتے ہیں " اب میں ادنیٰ سا جواب اہل اسلام کی طرف سے لکھتا ہوں کہ جسمیں علاوہ تردید مذہب معتزلہ و فلاسفر کے آپ کی کلام کی خرابی کا ایک نقشہ کھینچکر دکھایا ہے ذرا غور سے سنئے مذہب متکلمین یعنے اہل سنت والجماعت کا یہہ ہی

"صفات باری نہ عین ہے نہ غیر" (صفحہ ۵۶)

تردید یہہ بالکل باطل ہے جس سے بڑھکر ردی خیال دنیا میں کوئی نہیں یہہ تصور فیوں کا سعد گو گوت ہے اور اسی سبب سے ہم کہتے ہیں کہ مسلمان عموماً اور خصوصاً اہل سنت والجماعت شرک و کفر یعنے ہمہ اوست کے ماننے والے ہیں۔ صفات باری جب نہ عین اور نہ غیر ہوئیں تو بتلائیے کیا ہوئیں جب صفت کے معنے ہی یہی ہیں کہ وہ خصائل جو ممدوح کی ذات میں ہوویں اور ہمیشہ اُس کی ذات میں موجود رہیں اور آپ نے اُن کو نہ عین ذات بتلایا نہ غیر ذات۔ تو کیا اصل میں خدا کی ہستی سے انکار نہیں کیا؟ اور صفات ایزدی سے انکار کفر نہیں ہے؟ اور کیا اس کی پرلے درجہ کا کفر کوئی اور بھی ہے؟ اب ہم آپ کو سمجھاتے ہیں۔ گُن گنی سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے یعنے صفت و موصوف میں جُدائی نہیں۔ اور جس میں کوئی صفت نہیں وہ کوئی چیز نہیں لہذا خدا بھی صفت سے جدا نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی نادان اس کو بھی صفات سے جدا مان لے تو اصل میں وہ خدا سے انکار کرتا ہے آگ سے گرمی۔ سورج سے ضیا وغیرہ صفات کبھی تا قیام اُن کے دور نہیں ہوں گی ورنہ بالفرض محال ایسا ماننا اصل میں کھُلم کھُلا موصوف سے منکر ہونا ہے۔

آپ نے اس بے بنیاد دعوے کے ثبوت میں ایک دلیل بھی دی ہے جیسا کہ جزو اور کل۔ پس تحقیق معنے کل کے نہیں ہیں عین جزو کے اور نیز کل بدون جزو کے متحقق بھی نہیں ہوتا پس دیکھو کل جزو کا نہ عین ہے نہ غیر علی ہذا القیاس۔ صفات باری غیر ذات ہے۔

تردید۔ افسوس کہ آپ ایسی فضول بات لکھ کر لفظ دلیل کو ذلیل کر رہے ہیں حضرت کیوں! جزو کل کا عین نہیں ہے؟۔ اگر نہیں ہے تو بتلائیے کہ کل میں اجزا کے سوائے اور کیا ہے جب کچھ نہیں تو عین ضرور ہے۔ کل بجز و یہ کیا ہے؟

عین ایک ایک روپیہ کا اجتماع اور کسی صورت میں وہ اِس اجتماع سے غیر نہیں ہر
پس اجتماع ضرور ہے۔ مکان کیا ہے عین اینٹ پتھر وغیرہ کا اجتماع۔ اینٹ پتھر لکڑی
کے سوا مکان کچھ نہیں۔ پس مکان عین اینٹ پتھر لکڑی کا اجتماع ہے۔ ہم کسی کُل
سے اگر کُل جُزیں نکال لیں تو کیا کچھ باقی بھی رہیگا اگر نہیں رہیگا تو کل منفی کل آخر نفی مطلق
کے سوا آپ بتلایئے کہ کیا رہیگا۔ ناظرین! اِس اعتراض کی بابت مولوی صاحب
کا دعوے ہے کہ قیامت تک کوئی اس کا جواب نہیں دے سکتا ہے۔ چنانچہ اُن کی
اصل عبارت یہہ ہے۔ پس وہ قوم کہ علم میں سردار اوروں سے نیک کردار احسن کلام
اہل اسلام ہیں اس کو کب تسلیم کرینگے اور ایسی پھس پھسی بات پر کس طرح کان
دھرینگے مگر انصاف کے رو سے حلفاً کہنا آپ قیامت تک اِن اعتراضات
کو نہیں اُٹھا سکتے ہیں یہہ میں نے سچ کہا ہے یا نہیں" (صفحہ ۷۰ سطر ۷ و ۸)

حضرت مولوی صاحب! آپنے سچ نہیں کہا قیامت تک جواب دینا کیا معنی
ہم نے چند روز میں ہی جواب دیدیا اور جواب بھی ایسا باصواب کہ جسے پڑھکر آپ
کو صدقۂ جاریہ کی ضبطی دوام کا فکر پڑجائیگا کیونکہ اُس کے واسطے آخری فیصلہ و عدم سماعت
اپیل کا آرڈر ہو چکا ہے کیونکہ آپ لوگ پرماتما کی نعمتوں کو حرامخوری میں برباد کرتے ہیں اور
بیگناہوں کے گلے پر چھُری دھرتے ہیں اور اسی واسطے ہماری کتابوں کا جواب دینا
تو کجا۔ اُلٹے ہمیں بددعا دے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ ہماری تکذیب براہین احمدیہ
کی بابت فرماتے ہیں "کہ وہی کتاب ہے جس کے باعث اہل اسلام بددعا
کے لئے ناحق پھیلائے ہوئے ہیں" (صفحہ ۹۴ سطر ۸)

بیشک نادان حریف۔ اور جاہل طالب علم مہربان ڈاکٹر و نیک معلم کی بابت بددُعا
دیا کرتے ہیں۔ مگر اُن دونوں خیرخواہان بنی آدم کی پشم کندہ نہیں ہوتی کیونکہ

محال ست ہنرمندان بمیرند وبے ہنراں جائے ایشاں گیرند

یا اگر دُعائی طفلان مستجاب بودے ٭ یک معلم در عالم زندہ نماندی گا،

بناءبران ہم کو تحقیق سے مطلب ہے اور صداقت سے غرض۔ آپ کی بددعا یا سب مولویوں کی بدعملی سے ہم ناراض نہیں ہوتے بلکہ بہ صدق باطن دُعا کرتے ہیں کہ اس بددعا کے عوض نارائن جل شانہ آپ سب کو اپنی اپار کرپا سے شانتی دے کر اہل الوید کی مقدس گروہ میں شامل کر کے آریہ بنا دے اور ست دھرم پر چلا دے ٭

تکذیب الحمید علم ہم صفت موصوف سے جدا نہیں ہو سکتی۔

۵۹ لغایت ۵۹۸۔ مولوی محمد عبد الحمید لکھتا ہے کہ اے غافل تیری فہم و گفتگوئے لاحاصل پر عاقل بے درد ھنستے ہیں اور مجنونوں کے گلے میں نالے پھنستے ہیں یہ کیا کلمہ کفر کا زبان سے نکالا کہ ساری خدائی کانپ اُٹھی شور قیامت برپا ہوا گنبد گردوں میں شور و غل کی آواز گونجنے لگی عنقریب تھا کہ چھنے کے بالعوض گہن پٹتا اور جو کچھ ہوتا اُس پر زمانہ روتا ہر ایک سمت سے لعنت کی بوچھار ہوئی ہر چہار سو سے ملامت کے نقاروں پر چوبوں کی قدرے صفائی سے سیل رہتی تھی زبان کے ڈنڈوں کی پچھاڑ ہوتی میں کیا کہوں جو اس وقت کا حال ہے قلم سے لکھنا محال ہے۔ کوئی بیشہ ایسا نہیں جہاں مدعی کی زبان کا تیشہ نہ ہو۔ یہانتک کہ درندے دانتوں کو پیستے پیستے رہ گئے اور بہت سے اس صدمہ سے مر گئے ہیں مؤرخ نہیں ورنہ اُن کی تاریخ سُناتا لکھنے کا مزا چکھاتا۔ مگر کیا کروں عدیم الفرصتی سے میرا قلم سرنگوں ہے ورنہ اُس کے خرامے میدان قرطاس میں دکھاتا کہ براق منشی فلک دفتر کذب سحبان ہی مو کفر کی کہاتا جہاں قدم پڑتا نظر کی طاقت نہ تھی کہ کام کر جاتی اور اُس کے نشان مضامین کا پورا پورا نقشہ کھینچ لاتی۔ میاں تم نے کچھ اور بھی سنا ہے مدعی یوں کہتا ہے صفت موصوف میں جدائی نہیں ہوتی لاحول ولا قوۃ الا باللہ

ارے میاں اسی گھمنڈ پر کہتے تھے کہ ہم ایسے اور تم ویسے سنو اس فحش غلطی کو

دیکھو ایک کپڑا مثلاً موصوف ساتھ سپیدی کے ہے اور پھر اُس کو سیاہ رنگ کر دیں جو
صفت کہ وہ کپڑے سے جو موصوف تھا جدا ہو گئی اور حالانکہ تمہارا مقولہ ہے کہ صفت
موصوف سے جدا نہیں ہوتی اب فرمائیے اس مثال میں تو جدا ہے علیٰ ہذا القیاس
اور بہت سی امثلہ ہیں۔ اختصاراً درج نہیں کی گئی۔

اگرچہ ناظرین! ہمارے فخرِ اسلام مولوی صاحب نے جنہیں اگر دیگر مولوی صاحبان
شناخت کریں تو شمس الملت والدین بھی کہہ سکتے ہیں۔ جنہیں آپنے مایۂ لیاقت پر بہت
کچھ ناز ہے اور ناز بھی انداز کے ساتھ۔ جنہوں نے ہمیں اس قدر ناشائستہ الفاظ
سے یاد فرمایا ہے یہہ صرف اسی صفحہ پر نہیں بلکہ تمام کتاب میں اُنہوں نے یہہ ویترا
اختیار کر رکھا ہے اور ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ اُن کے پاس یا دیگر علمائے
اسلام کے پاس تعصب یا بدزبانی کی ماسوائے اور کوئی بساعت نہیں ہے۔
ہم نے ان کی ساری عبارت کو بطور مشتے نمونہ از خروارے نقل کیا ہے اور دیگر مقامات
میں شقاکلامیوں کو چھوڑ دیا صرف مطلب سے کام رکھ اصل اعتراض کا جواب دیا خیر مغفی
یا مغفی ہیں ان کی بدزبانی سے کچھ خوف نہیں اور نہ ہم تحقیقاتِ حقہ کے رستہ میں
اُن کو مخل سمجھتے ہیں۔ آمدیم برسرِ مطلب مولوی صاحب ہمارے علم نمبر ۹ کی تردید میں دلیل
دیتے ہیں کہ جب سفید کپڑے کو سیاہ کر دیا تو اُس کی صفت سفیدی جاتی رہی
سبحان اللہ جائے استاد خالیست کی کہاوت آج راست ہوتی دکھلائی دیتی
ہے۔ آپ نے ہماری غلطی کو بھی فاش نہیں بلکہ فحش لکھا۔ حضرتِ من صفت
جدا نہیں ہوتی بلکہ کپڑا جب تک ہے تب تک ساتھ رہے گی جس بیان سے حال
معلوم ہو۔ جس علامت سے شناخت ہو یا جس نشان سے یا گُن سے یا جس
معنے سے یا جس طرح کے جتانے سے اُس کو صفت و تعریف کہتے ہیں۔
پس وہ کپڑا میں بیٹھ رہے گی اُس کی ذات سے ہرگز جدا نہو گی باقی رہی عارضی

صفات جیسے سیاہی اس کے آنے سے سپیدی جدا نہیں ہوئی بلکہ مخفی ہوگئی
بلکہ کپڑے سے صفت عارضی بھی جُدا نہ ہوئی سیاہی ہی اُس کی صفت ہے۔
خیر قطع نظر اس کے زیادہ ہونے اور صابون لگانے اور بھٹی پر چڑھانے سے وہ پھر سفید ہوجاویگا
اگر چہ دور ہوگئی ہوتی تو پھر کہاں سے آجاتی دیکھو بعض مولوی صاحبان یا شیخ صاحبان
سفید داڑھی کو وسمہ لگا کر سیاہ کر لیا کرتے ہیں۔ جنکے حسب حال کسی آزاد شاعر
کا قول ہے ؎

باقی ہے شیخ کو ابھی حسرت گناہ کی ٭ کالا کریگا موںھ بھی جو داڑھی سیاہ کی

روز وسمہ لگاتے ہیں مگر جب چھوڑ دیتے ہیں پھر داڑھی سفید ہوجاتی ہے۔ پس سمجھہ
گئے آپ۔ صفت موصوف سے ہرگز جدا نہیں ہوئی۔ ہاں مخفی ضرور ہو جاتی ہے
مگر جدا نہیں ہوتی پس آپ کا دعوےٰ باطل ہوگیا۔ اسی فضول دعوےٰ کا اور بطلان
سنو!۔

پروفیسر راسکو صاحب لکھتے ہیں یہہ سب جانتے ہیں کہ سمندر کا پانی کھاری ہوتا ہے یعنے
اُس میں نمک پگھلا ہوا ہوتا ہے۔ پس کھاری پانی بنانا کچھہ بات نہیں پانی میں تھوڑا
سا نمک ملا دو کھاری ہو جاوے گا جب نمک کی ڈلی پانی میں ڈالوگے تو اُس
میں وہ غائب ہو جاویگی یعنے گھل جاویگی اور پانی کا مزہ نمکین یا کھاری ہوجاویگا
تجربہ کھاری پانی میں جو نمک گھلا ہوا ہوتا ہے اُس کے جدا کرنے کی ترکیب پانی کو
کشید کریں یعنے اُس کو جوش دیں اور اُس کی بھاپ کو جمع کرکے سرد
کریں یہہ عمل شیشے کے بھبکے سے بہت اچھی طرح ہوتا ہے جس کا نقشہ سترہویں
شکل میں ہے۔ بھبکے میں پانی بھر دو اُس کے تلے لیمپ روشن کرو جب گرمی
سے پانی کھولنے لگیگا تو بھاپ پیدا ہوگی اور بھبکے کی لمبی گردن کی راہ سے گذر کر
اُس کے موںہہ سے جو شیشی لگی ہوئی ہے اس میں آجاویگی اس شیشی کے اوپر

ٹھنڈے پانی کی دھار پڑ رہی ہے اِس سے اندر کی بھاپ ٹھنڈی ہو کر پانی بنتی جاتی ہے یہہ پانی کشید کیا ہوا پانی ہے اور اب اِس میں کھاری پن بالکل نہیں ہے کیونکہ وہ تنبوت پانی ہے اور اِس میں جس قدر نمک ملا ہوا تھا وہ سب بھبکے ہی میں رہ گیا ہے اگر بھبکے کا پانی کھولتے کھولتے سارا اُڑ گیا ہے تو دیکھ لوگے کہ اِس میں ٹھوس نمک باقی رہ گیا ہوگا سمندر کے کھاری پانی اِس طرح کشید کر کے مُہیا کرنے کی ترکیب جہازوں پر بہت کام آتی ہے - سیاہی نیل - نیلا تھوتھا - سبزی زردی - سرخی وغیرہ کا بھی یہی حال ہے کہ اُس کو ہم پانی سے جدا کر سکتے ہیں" (مفصل دیکھو علم کیمیا کا ابتدائی رسالہ صفحہ ۵۷ - ۶۰ تک مطبوعہ لاہو) اِسی سے کپڑے کا بھی قیاس کرو -

تکذیب براہین احمدیہ - علم نمبر ۱ - علم معلومات کے بغیر نہیں ہو سکتا -

۵۹ - مولوی - آپکا یہہ فرمانا محض غلط ہے کیونکہ ایک علم اجمالی ہوتا ہے - دوسرا تفصیلی - اجمالی کے واسطے وجود معلوم ضروری نہیں ہے ورنہ لازم آئیگا جہل مرتبہ ذات باری میں کیونکہ علم وجود زید کا مثلاً جب آئیگا کہ پہلے زید پیدا ہوا اور قبل پیدا ہونے زید کے لازم آئیگا - کہ خدا نعوذ باللہ عالم زید کا نہوگا بقول آپ کے کہ علم بغیر معلوم کے نہیں ہوتا اپ فرمائے کہ جب زید پیدا ہی نہیں ہوا تو پھر خدا کو اُس کا علم کیسا اور نیز دیکھو ایجاد اور اختراع اُس کو کہتے ہیں کہ جسکا وجود بالکل نہو اور کوئی اپنی طرف سے گھڑے جیسا کہ علم ایجاد تار برقی وغیرہ کا تو دیکھو آدمی سوچتا ہے پہلے اور بناتا ہے پیچھے اب دیکھئے سوچنا اِس کا بعینہ علم ہے حالانکہ وجود اُس کا ابھی نہیں ہوا پھر مدعی کا یہہ کہنا کسطرح صحیح ہو سکتا ہے بہرکیف آپکا کلیہ صادق نرہا -

آریہ - حضرت! آپ نے اِس میں بھی چند غلطیاں کی ہیں اول تو آپنے علم اجمالی و تفصیلی کو نہیں سمجھا - سُنئے اجمالی کے معنے ہیں کھولکر نہ کہنا - بہت کو تھوڑا کر دینا - پراگندہ کو اکٹھا کرنا - بہت درستی سے کام کرنا - اور تفصیلی کے معنے ہیں جُدا کرنا - فاصلہ کرنا - پس علم اجمالی وہ ہے جو مجملاً یا مختصراً حال معلوم ہو اور علم تفصیلی وہ ہے جسمیں مفصل حال

معلوم ہو۔ خدا کے واسطے یہ علم اجمالی کا لفظ بولنا ہی گستاخی اور بے ادبی ہے وہاں ہر وقت
اور ہر حال میں علم تفصیلی ہے وہ کوئی بات مجمل یا ناکمل یا ادھوری یا موہومی نہیں جانتا۔ بلکہ راز
کسے مخفی نباشد بر دل دانائی او۔ وہ سب چیز اور اُن کا علم ہمیشہ صحیح مکمل بالتفصیل جانتا ہے
آپ کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو قبل از پیدائش مادہ کسی طرح کا علم نہ تھا اور اگر
خدانخواستہ تھا بھی تو خیال موصوف سے بڑھ کر بر است عاشقاں بر شاخ آہو سے
ذرا بھی زیادہ نہ تھا۔ یا سراب نما بیابان کا نقشہ تھا جس میں ہزار بھٹکتے پھریں پانی کا پتہ نہیں
مگر ایسا فضول وردی خیال خدائے ذوالجلال کے بابت کرنا یا ماننا سراپا ناسمجھی ہے۔ کیونکہ تمام اجسام
کا مادہ اور تمام ارواح ازل سے ابد تک اُس شہنشاہ کل و رب العالمین کے پاس ہیں حق
خدا ئے بے بضاعت نہیں اور نہ بے سامان موجد یا نادان معلم ہے اُس کا علم ہمیشہ کامل
ہے کبھی ناکمل نہیں۔ پس اول تو کئی زمانوں تک سوچتے رہنا اور پھر بنانا نہیں نہیں خودکشی
کرنا یعنے سب کچھ بنجانا یا اپنے میں سے بنانا۔ اگر اِس کا نام بنانا ہے۔ تو
مرگ مفاجات کسے کہتے ہیں۔ پس یہ علم نہ رہا بلکہ جہل ہو گیا۔ کیونکہ علم کامل کے یہ معنے ہیں
کہ وہ عین عمل ہو جاتا یا ہوتا ہے۔ مگر خدا غریب کو اول تو علم نہیں اور اگر خدانخواستہ کوئی
سو ہو بھی چشم احول کی طرح علم ہے وہ کس کا ہے؟ اس کا جس کا وجود نہیں۔ عالم کون ہے جسکو علم نہیں
محض باطل خیال ہیں۔ باقی رہا انسانوں کی ایجاد و اختراع کا حال یہ بالکل صفات باری کے
خلاف ہے۔ انسان کا علم کامل نہیں اور نہ ہوتا ہے اور خدا کا کامل ہے۔ انسان کبھی معطل اور
کبھی کام کرتا ہے خدا ایسا ہرگز نہیں۔ انسان چند روز عالم۔ اور خدا ازلی زمانہ سے عالم
با عمل بلکہ عالم کل و متصرف کل و مالک کل لہذا انسان کی خدا سے کوئی نسبت نہیں۔
اور آپ کا مفروض باطل۔ سوچئے اِس آپ کے مفروض اسلامی و قرانی سے خدا پر جہالت
اور تعطل کا الزام عائد ہوتا ہے۔ بدیں تفصیل آپ کے پیدا ہونے سے
پہلے آپ جاہل اور میری پیدا ہونے سے پہلے مجھ سے جاہل علیٰ ہذا القیاس آدم

سکے پیدا ہونے سے پہلے سن کل الوجوہ دنیا سے آفتاب تک سب کے علم سے جاہل
اور رزق - ملک - تصرف تعلق سے محروم الارث تھا پس کیا ایسے نادان اور جاہل کو
جسمیں خدائی کے کوئی اوصاف نہیں آپکا یا دیگر مسلمان بھائیوں کا اختیار ہے کہ وے
خدا مانیں - مگر پیروان وید مقدس اُن کو ہرگز ہرگز الہ یا مالک کل یا پرماتما کبھی نہیں کہہ سکتے اور
نہ مان سکتے ہیں - اسکے سوا آپ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ صفات باری نہ عین ہیں نہ غیر ہیں
(صفحہ ۵۶) پھر دوسری جگہ لکھا ہے "اور معلومات سے ہے کہ وجود عمرو بکر حادث ہے-
پس یہہ صفت رزاقیت عمرو بکر بھی حادث ہوگی" (صفحہ ۵۷) پھر لکھتے ہیں کہ جو شے
قدیم ہے اُس کے لیئے بالکل صفات نہیں چاہیئے کہ وہ قدیم ہوں" (صفحہ ۵۵) پس ایسا
خدا اور ایسا مولا جو معدوم سے کچھہ زیادہ حیثیت نہیں رکھتا آپ لوگوں کو مبارک رہے
اور ایسا دین جسکو دلایل عقلی و علمی و منطقی و فلسفی سے روحانی عناد ہے جس نے منطق
کے اوراق سے استنجا جائز بتلایا ہو اور جو دہریت سے کچھ بھی زیادہ نہیں اور جسکو
آپ لوگ لذات نفسانی کے سبب نہیں چھوڑنا چاہتے آپ صاحبوں کا حصہ ہو چکا

ما نمے خواہیم ایں اسلام را

پس ثابت ہوا کہ علم بغیر معلوم کے نہیں ہو سکتا اور آپ کا دعوےٰ یہہ وجوہ باطل ہوا +
تکذیب براہین احمدیہ علم ٹھہرا جو پیدا نہیں ہوا ہے وہ نہیں مریگا اور جو پیدا ہوا
وہی مریگا +

۶۰ - ۴۳ - مولوی - راول ڈیڑھ صفحہ میں ایک بیہودہ نقل بیان اور بیانیہ صاحب (کہ
ایک عورت حسینہ جمیلہ کی ہانک کر پھر لکھتے ہیں) ویانندی لوگ رات دن بمو حق
رخنہ دین محمدی میں لگاتے رہتے ہیں کہ جس سے تم پورے پورے واقف نہیں ہو سکتے
اور ادنی اسا رخنہ اُن کا یہہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جو پیدا نہیں ہوا وہ نہیں مریگا حالانکہ وہ یہہ
نہیں جانتے کہ نام شاہجہان بادشاہ بسبب عمدہ بنانے عمارات کے پیدا ہوا ہے

اور کبھی نہیں مریگا کیونکہ جب تک دنیا رہے گی اس کا نام بھی رہیگا اور نیز برہما کا جو
نام نیک پیدا ہوا ہے وہ جب تک دنیا رہے گی نہ مٹے گا علےٰ ہذالقیاس دین
محمدیہ کا جسکو پیدا ہوئے تیرہ سو تیرہ برس آجتک ہوئے صفحۂ ایام سے نہیں مٹیگا - اگرچہ
اُن مخالفین کی ہستی صفحہ روزگار سے بالکل نیست و نابود ہو جاتے - پہر وہ کلیہ مدعی کا کہاں
رہا کہ جو پیدا ہوا وہی مریگا دیکھو یہہ نام پیدا ہوئے اور مرے نہیں بلکہ سالہا سال تک
برابر چلے آتے ہیں اور چلے جائینگے ہمیں نہ رہیں گے سعدی فرماتے ہیں ؎

قاروں ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت ٭ نوشیروان نمرد کہ نام نکو گذاشت -

زندہ است نام نیکو نوشیروان بعدل ٭٭ گرچہ بسے گذشت کہ نوشیروان نماند -

اور یہی ہمارا مذہب ہے - رہا اس کا جواب کہ جو پیدا نہیں ہوا وہ نہیں مریگا - سو یہہ
سوائے ایک ذات خدا کی دوسری جگہہ پر صادق ہی نہیں آیا - لہذا اُسکو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ
درست ہے مگر اس سے آپ کے دعوے کا ثبوت نہیں ہو سکتا کیونکہ ہم پیچھے ثابت
کر چکے ہیں کہ روح حادث اور فنا اُس کے لئے یہی ثابت ہے اور بقا اُس کا اگرچہ علم الہی
میں ہو لیکن اس سے کوئی خرابی لازم نہیں آتی - اور نہ آپکا مدعا ثابت ہوتا ہے کیونکہ
معدومات بھی علم الہی میں ہیں بلکہ علم الہی میں سب موجود ہیں نہ کہ موجود اور معدوم تو ہماری
علم قاصرہ کے اعتبار سے کہلاتے ہیں نہ علم باری کے -

آریہ اس آپکے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نفس مضمون سے کسقدر دور بہاگ
جاتے ہیں - دیانندی لوگ نئی نئی رخنہ دین محمدیہ میں نہیں نکالتے دین محمدی کی دیوار میں رخنہ و
سوراخ تو مُلا و مولوی و امام و خلیفہ و فقیر صاحبان نکالتے ہیں - دیکھئے ایک طرف مرزا غلام احمد
صاحب مسیح کا اوتار بنے ہوئے ہیں اور الہام کے مدعی - دوسری طرف مولوی نور دین صاحب
الہام کے دعویدار - اُدھر مہدی سوڈانی - ایک طرف عرب کا مسیح ایک طرف ایران کا مہدی
یہہ تو موجودہ زمانہ کے پیروان طریقت اہلِ علم یا مدعیان الہام کا حال ہے - اب پہلے زمانہ کا حال سُنئے

سُنی لوگ اہل شیعہ کو کافر اور بدعتی پکارتے ہیں اور اہل شیعہ اُنکی تقلید پرستی کا خاکہ اُتارتے ہیں
وہابی جدا ہی عیسے لوہاب کا گیت گا رہے ہیں اور دونوں کو بدعتی ٹھہراتے ہیں۔ نیچری تینوں سے
جدا۔ ملائک۔ جن۔ آسمان معجزات سے انکار فرما رہے ہیں۔ چار اماموں کے پیرو حنفی یا ملکی۔
شافعی۔ احمدی اور قدریہ وغیرہ سب فرقہ اپنے آپکو اصل مسلمان اور باقیوں کو مرتد گردان رہے ہیں
اسیطرح ان فرقہائے کے اندر اندر صدہا طرح کی تفریق ایک دوسرے کی تضحیک کرا رہی ہیں۔ سب ایکدوسرے
کو ناری اور اپنے آپکو ناجی کہتے ہیں تا دیگراں چہ رسد۔ پس محمدی دیوار کو جسقدر ناکارہ اور مسمار کیا ہے
وہ نہیں ہے اسی قسم کے عالموں کی مہربانی ہے اور اب تو سوراخوں کی کثرت سے آفتاب لب بام
ہو رہا ہے چاروں طرف سے اُسکی تباہی کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ آریہ لوگ اُس میں رخنہ اندازی
نہیں کرنا چاہتے ہیں بلکہ وہ تمام مسلمان بھائیونکو ست دیدک دھرم کی طرف دعوت کر رہے ہیں۔
وہ تو اُس دیوار کی خرابیوں کو دُور کرکے آریہ مندر بنانا چاہتے ہیں۔ گرانا توڑنا۔ مٹانا بیوقوفونکا کام ہے عقلا کا
نہیں برحمہ۔ نوشیروان یا شاہجہان یا قارون یا محمد چونکہ یہہ سب پیدا ہوئے تھے بنابران فوت ہو گئے۔ مگر
پیدا ہوا تھا اُنکا جسم اسواسطے وہ فوت ہو گیا۔ روح نہ پیدا ہوا تھا اور نہ فوت ہوا اور یہی سبب ہے کہ ابتک ہمیشہ
تک رہیگا باقی رہی یہہ دونوں شعر یہہ صرف نیکی کی تعریف اور بدی کی مذمت میں ہیں ورنہ اُنمیں صاف لکھا ہے
زندہ است نام فرخ نوشیروان بعدل ٭ ور چہ بسی گذشت کہ نوشیروان نماند۔ یعنے نام بسبب عدل کے
زندہ مینج یادگار زمانہ ہے بطور فسانہ کے ورنہ بہت زمانہ گذر چکا ہے کہ نوشیروان مرگیا۔ اور
یہی حال شاہجہان کا ہے۔ یہہ مظلوم بادشاہ اپنے ظالم مگر دیندار اور باایمان جگر محی الدین فرزند کے ہاتھ سے
قید میں مرگیا۔ اور آپ اُسی اب زندہ بتلاتے ہیں یہہ بھی عمارت بنانے کی ترغیب ہے
ورنہ بسے گذشت کہ شاہ جہاں نماند۔ اور اسیطرح محمد صاحب فوت ہو گئے مدینہ
کے شہر میں مدفون ہیں۔ پس صحیح ہوا ہمارا دعوےٰ یعنی علم نمبر ۱۱ کے جو پیدا ہوا ہے وہی مریگا اور جو نہیں پیدا ہوا
ہے وہ نہیں مریگا۔ جسم ان سب کے پیدا ہوئے بنابران مر بھی گئے روح پیدا نہیں ہوئی تھی بنابران
باقی ہیں اور کبھی نہیں مرینگے۔ جب آپ کہتے ہیں "کہ علم الہی میں سب موجود ہیں اور یہہ موجود مادہ معدوم تو

ہماری علم قاصرہ کی اعتبار سے کہلاتے ہیں" پس آپ اپنی علم قاصرہ اور فہم ناقصہ کو ترک کیجئے جب علم الٰہی میں سب موجود ہیں علم ناقصہ بھی نہیں اور نہ قاصرہ بھی بلکہ کاملہ ہی تو اصل میں خدا آپکے قول سے ہی بالبداہت ثابت ہے کہ ارواح و مادہ اجسام انادی یعنی قدیم ہیں اور ہم اُسی علم الٰہی یعنی وید کے رو سے یہ یقین کرتے ہیں اور تمام دنیا کو تلقین - کہ مادہ اور ارواح بارہم پرماتما کی قبضہ قدرت میں ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ تک رہینگی خدا کبھی بے بضاعت نہیں اور نہ فرومایہ ہی وہ ہمیشہ اٹل قانون اور اٹوٹ بھنڈار اور لازوال ہمیشہ سے سناتن جیوروپ پرجا کا مالک اور بے شمار مادہ پر قابض ہی - جیسکو وہ رُو دیتے حقیقی منتظم ہو دیدیں کرا व्यदधाच्छाश्वतीभ्यः समाभ्यः ॥ یعنے تمام جیوروپ انادی پرجا اور انادی پرکرتی کا حقیقی منتظم اور ادہشٹاتا اور وید ودّا راست کا اُپدیشک ہے - اسی مبارک خیال کو ایک فاضل ان الفاظ میں ادا کرتا ہے :-

بنائی خدارا کہ ذراتِ آسمان و زمین ❊ ہمیں کنند بپا کی ذات او اقرار

چناں نگاشت بانواعِ عقل عقود علم ❊ کہ خیرہ گشت درو دیدہ اولی الابصار

پس یہی مقدس عقیدہ وید مقدس کا ارشاد ہی اور یہی ہر ایک علم دوست فلسفہ جاننے والے محقق کا اعتقاد ہی - ہم فضول طریقہ کی معارض مولوی صاحب سے برخلاف انکی بدتہذیبیوں کے مود بانہ ملتمس ہیں کہ وہ کاغذ سیاہ کرنے پر دلیر ہوں بلکہ ہماری کتابوں کو غور سے پڑہیں - بعد ازاں جہانتک فلسفہ قرآنی سے اعتراض ہو سکیں کریں ہم ہر وقت مہذبانہ طریقہ سے جواب دینے پر طیار ہیں خدا کرے کہ انہیں حق و باطل کی انفصال کا خیال پیدا ہو اور جلد ہی لطافت سے نکلکر صداقت کے حامی نہیں ❊

لطیفہ :-

عرصہ ایک سال کا ہوا کہ ہم ایک دفعہ دیوان حافظ تقریباً دیکھ رہے تھے اتفاقاً خیال آیا لوگ اسمیں فال نکالتے ہیں آؤ ہم ایک فال نکالیں - دل میں ارادہ کیا کہ خدا تمام آریہ کریگا یا نہ بقاعدہ مقررہ جب ورق اُلٹائے گئے تو یہ شعر نکلا ؎

دوش گفتم بکند لعلِ لبش چارہ دل ❊ ہاتف غیب ندا داد کہ آرے بکند

آرے لفظ کو آریہ سے جو نسبت ہی وہ نہایت ہی موزوں ہی بعد مطالعہ کے طبیعت حافظ علیہ الرحمتہ کی حق بیانی پر بہت محظوظ ہوگئی - آمین یا رب العالمین ❊

اخبار ست دھرم پرچارک

ہر ہفتہ جالندھر شہر سے شایع ہوتا ہے - پسپاچین ویدک دھرم کی خوبیان ظاہر کرنا اور بلا تعصب روحانی جسمانی اور مجلسی مضامین پر بحث کرنا اس اخبار کا مقصد ہے - سچے دھرم کا پیغام ہزارون تک پہونچانا اس کا فرض رہا ہے اور جس خوبی سے اس فرض کو اس نے ادا کیا ہے اُس سے ایک زمانہ آگاہ ہے - ہر ایک گہر مین اس کی ایک کاپی موجود ہونی چاہیئے ٭

خریداری کی درخواستین مینجر ست دھرم پرچارک جالندھر شہر کے نام بھیجئے ٭

قیمت سالانہ معہ محصول ڈاک للعہ

طالب علمون سے سے ر

المُشتہر
مینجر اخبار ست دھرم پرچارک جالندھر شہر

مطبع ست دھرم پرچارک کا کُتب خانہ

علاوہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر کی تصانیف کے جنکی فہرست خاتمہ پر درج ہے - سوامی دیانند سرسوتی کی تصانیف اور آریہ سماج کی متعلق ہر قسم کا لٹریچر اس کتب خانہ سے قیمتاً مل سکتا ہے - فہرست کتب ۱/ کا ٹکٹ بھیجنے پر مفت مل سکتی ہے ٭

المُشتہر
مینجر مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر شہر

فہرست کتب مصنفہ پنڈت لیکھرام آریہ مسافر

مطبع ستدھرم پرچارک جالندھر شہر سے مل سکتی ہیں

ثبوت تناسخ عیسائی مسلمان برہمون صاحبان کے تمام اعتراضوں کی تردید میں قابل دید ہے صفحہ ۵۰ قیمت فی جلد عصہ

تکذیب براہین احمدیہ جلد اول محمدی اسلام کا زور توڑ نیکے لئیے ایک صف شکن توپ ہے مطبوعہ بار دوم قیمت فی جلد عصہ

تکذیب براہین احمدیہ جلد دوم زیر طبع ہے

نسخہ خبط احمدیہ خبط قادیانی کیلئے مسیحائی نسخہ ہی قیمت ۲ ؎

مسئلہ جہاد محمدی اسلام دنیا مین کسطرح پھیلا قرآن و حدیث سے ثابت کیا گیا ہے قیمت فی جلد ۳ ؎

صداقت دھرم آریہ بجواب رسالہ صدقہ جاریہ قیمت ۲ ؎

اظہار حق محمدی صاحبین کی دو چھوٹے رسالونکا جواب ہے ۶ پائی

راہ نجات اہین قرآن کی نجات کا مقابلہ ہے ۱ ؎

حجت الاسلام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کرسچین مت ورپن عیسائی دین کی تمام مشہور مسائل پر نقلی و عقلی دلائل سے بحث کی گئی ہے ۔ قیمت ۸ ؎

صداقت اصول و تعلیم آریہ سماج ڈاکٹر ہنری مارٹن و ہگ ماگنگہ وغیرہ کی چھہ رسالون کی تردید ہے قیمت ۴ ؎

مورتی پرکاش ۔ ۔ ۔ ۳ پائی

سچے دھرم کی شہادت یادری سمنہ خاں کی تحقیق دین حق کا الزامی و تحقیقی جواب ہے ۔ قیمت فی جلد ۱ ؎

صداقت رگوید ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب مسیحی کی ہار رگوید کا جواب ہے ۔ قیمت فی جلد ۶ ؎

تاریخ دنیا حصہ اول و دوم سرشٹی اُتپتی و ست شاستروں و سمت کی بابت تاریخی و علمی تحقیقات کا ذخیرہ ہے ۔ قیمت ۲ ؎

مردہ ضرور جلانا چاہئیے مرتک سنسکار کی بابت مذہبی و علمی تحقیقات ۔ ۱ ؎

سماج کو پنچ نہیں دھرم سبھا کے جملہ اعتراضونکا جواب ہے ۱ ؎

نیوگ ہیوگان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قیمت فی جلد ۱ ؎

میلہ کمبھ ہردوار پر آریہ دھرم پرچار ۔ قیمت ۲ ؎

ریاست نابھہ مین دھرم پرچار ۔ قیمت ۶ پائی

مسئلہ نیوگ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قیمت ۱ ؎

عطر روحانی " " " " " ۳ پائی

کماری بھوشن " " " " "

پوران کسنے بنائے " " " " ۳ پائی

آریہ ھندو اور نمستے کی تحقیقات

قیمت ۔ " " " " ۳ پائی